A Magazine of Urdu Literature and Poetry from London UK

# ماہنامہ قندیل ادب انٹرنیشنل لندن

شمارہ:85 ماہ جنوری 2020ء

QINDEEL-E-ADUB INTERNATIONAL
80 STRATHDONE DRIVE SW17 0PW LONDON
(M) 0044-7886-304637, 02089449385
www.qindeel-e-adub.co.uk ranarazzaq52@gmail.com

ऊर्दू अदब का अंतरराष्ट्रीय मैगज़ीन जो लंदन से प्रकाशित होता है

اُردو ادب کا بین الاقوامی میگزین جو لندن سے شائع ہوتا ہے۔

حلقہ ارباب ذوق جرمنی کی جانب سے مشاعرہ اور کتاب کی رُونمائی (صفحہ 36 پر)

والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم کی ماہانہ ادبی نشست (صفحہ 30 پر)

ترکی کے شہر قونیہ کی یونیورسٹی میں مولانا جلال الدین رُومیؒ پر بین الاقوامی سیمینار، تین کتابوں کا اجراء (صفحہ 4 پر ملاحظہ فرمائیں)

# Earlsfield Properties

## Professional Residential Property Management Services

We will manage your property at 0% commission Guaranteed
Rent Schemes for 3 & 5 years.

Free Management Services
Guaranteed Vacant Possession.

## Get it Right

- ✓ Member National Landlord Association
- ✓ Member Deposit Portection Schemes
- ✓ Member The Property Ombudsman Scheme
- ✓ Winner of Pakistan Achievement Award 2014 (Excellence Management)
- ✓ Vastly Experience in Housing Benefits Clients.

**PLEASE CONTACT: NAVEED SARWAR (MA EUROPEAN REAL ESTATE)**

175 Merton Road, London SW18 5EF

Tel: 02082656000 02088770762
Fax: 02088749754
Email: info@earlsfieldproperties.com
Web: www.earlsfieldproperties.com

# مجلس ادارت

## بانی اراکین

خان بشیر احمد رفیق مرحوم

## مدیر

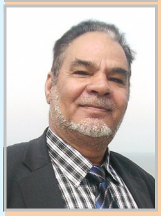

رانا عبدالرزاق خان

## اراکین ادارتی بورڈ

آدم چغتائی، ڈاکٹر منور احمد کنڈے، رضیہ اسمعیل برمنگھم، رند ملک کنیڈا، اسلم ناصر آسٹریلیا، ثقلین مبارک آسٹریلیا، رانا مبارک احمد بحرین، بشیر احمد خان سویڈن، راجہ منیر احمد، ڈاکٹر منصور خوشتر بھارت، منور احمد خورشید۔امجد مرزا امجد، طارق مرزا آسٹریلیا ، عبد القدیر کوکب، بشارت احمد چیمہ۔

## التماس

ہم سب دوستوں سے التماس کرتے ہیں کہ اپنے ادبی فن پارے، غزل، نظم، افسانہ، مشاعرے کی روئیداد وغیرہ جو بھی اِن پیج میں ارسال کیا جائے گا ۔ بلا تفریق اسے معیار کے مطابق شائع کر دیا جائے گا۔مراسلہ نگاروں کی قدر کی جاتی ہے۔قندیل ادب اکثر ممالک میں لاکھوں قارئین تک جاتا ہے۔اور ویب سائٹ سے بھی پڑھا جاتا ہے۔اگر آپ کے پاس ادبی فن پارے کوئی نہیں تو اپنے ریمارکس ہی ارسال کر دیا کریں تاکہ ہم اپنا محاسبہ کرتے رہا کریں۔شکریہ رانا عبدالرزاق خاں

## گزارش

مضامین نگار احباب سے گزارش ہے کہ قندیل ادب انٹرنیشنل میں شائع ہونے والے مضامین میں حوالہ جات ضرور دیا کریں۔اس سے مضمون کی افادیت بڑھ جاتی ہے۔اسی طرح اس میں لگائی جانے والی تصاویر کسی کمپنی یا کسی شخص کی کاپی رائٹ نہیں ہونی چاہیئے۔ادارہ اس قسم کی کوئی تصاویر شائع کرنے کا مجاذ نہیں ہے جس کی ادائیگی کیلئے کوئی کمپنی ادارہ سے بعد میں رابطہ کرے۔ (ادارہ)

# فہرست مضامین


| | | |
|---|---|---|
| ترکی میں مولانا جلال الدین رُومی پر بین الاقوامی سیمینار | سید انور ظہیر رہبر، برلن | 4 |
| اداریہ-قندیل ادب کا آٹھواں سال | رانا عبدالرزاق خان | 5 |
| آپ کے خطوط | ادارہ | 6 |
| اطہر حفیظ فراز، مدثر امد نقاش۔ اعظم نوید۔ساجد رانا، فیض احمد فیض، اطہر حفیظ فراز، عاصی صحرائی، عامر حسنی ملائشیا، امجد مرزا امجد، بسم اللہ کلیم، وصی شاہ، طفیل عامر، شائق نصیر پوری، اطہر حفیظ فراز، باسط کانپوری، رشید قیصرانی۔اطہر حفیظ فراز۔سلام السلام اسلام | | 7 تا 12 |
| پاکستان معاشرے کی تربیت کرپٹ ماحول میں ہوتی ہے | رانا عبدالرزاق خان | 13 |
| قندیل شعروسخن فوم لندن کے زیر اہتمام مشاعرہ | ادارہ | 16 |
| پاکستانی فوج ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار اور خونی بھیڑیئے | رانا عبدالرزاق خان | 17 |
| کیا نوجوت سنگھ سدھو قادیانی ہے؟ | اصغر علی بھٹی، نائیجر | 19 |
| افسانچے | محمد ارشد صدیقی | 19 |
| شفیق مراد جرمنی | ادارہ | 20 |
| جستہ جستہ | عطاء القادر طاہر | 21 |
| عبدالسلام کی بچی اور اصل حقیقت | کولمبس خان ہمبرگ | 23 |
| پروفیسر بیگ احساس کی فکشن میں نمایاں خدمات پر ایوارڈ | محسن خان حیدر آباد | 24 |
| سوانح عمری لکھنے کے تقاضے | اے آر خان لندن | 25 |
| نیا ماڈل | امجد مرزا امجد | 25 |
| زبانِ اُردو کا اِرتقا، کشمیر اقوامِ ہند کی مشترکہ زبان | رانا عبدالرزاق خان | 27 |
| والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم کی ماہانہ ادبی نشست | رپورٹ: امجد مرزا امجد | 30 |
| مسلمان-ماضی، حال، مستقبل | اے پر راجپوت | 31 |
| عوام کے تین گروہ | عطاء القادر طاہر | 32 |
| عورت کا جغرافیہ | ابن لطیف | 33 |
| جنت نیکوکارہ سے شریں مزاری تک | طاہر احمد بھٹی | 34 |
| حلقہ ارباب ذوق جرمنی کی جانب سے مشاعرہ | احمد مستجاب عارفی | 36 |
| مبارک صدیقی ۔طاہر عدیم | غزل | 38 |
| آؤ انسانستان بنائیں | رجل خوشاب | 39 |
| اس دور کا مسلمان | ابن مسلم | 40 |

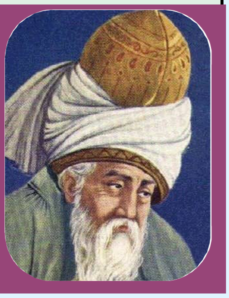

# ترکی کے شہر قونیہ کی یونیورسٹی میں مولانا جلال الدین رُومیؒ پر بین الاقوامی سیمینار، تین کتابوں کا اجراء

سید انور ظہیر
رہبر، برلن
جرمنی

ترکی کے شہر قونیہ کی سلجوق یونیورسٹی میں بروز بدھ 20 نومبر 2019 کو مولانا جلال الدین رومی پر ایک بین الاقوامی سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔ یہ سیمینار شعبہ مولانا جلال الدین رُومی اور شعبہ اردو نے مشترکہ طور پر منعقد کیا تھا۔ اس سیمینار میں ایک چار رکنی وفد کو دعوت دی گئی تھی۔ جناب فہیم اختر، افسانہ و کالم نگار، شاعر (لندن، برطانیہ)، پروفیسر ڈاکٹر محمد کاظم، دہلی یونیورسٹی (بھارت) جناب امتیاز گورکھپوری، شاعر، ایڈیٹر اردو آنگن ممبئی (بھارت) اور جناب سید انور ظہیر رہبر، افسانہ، کالم و سائینسی مضامین نگار، شاعر، اردو زبان کے استاد (برلن، جرمنی) اس وفد میں شامل تھے۔ 19 نومبر کو جب یہ وفد قونیہ پہنچا تو سلجوق یونیورسٹی کے شعبہ اُردو کے پروفیسر ڈاکٹر جناب حقان قیوجی اور پروفیسر ڈاکٹر رجب درگن نے ایئرپورٹ پر تمام شرکاء کو خوش آمدید کہا اور بعدازاں یونیورسٹی کے کمپیس میں واقع مہمان خانے میں لے کر گئے۔

اگلے روز 20 نومبر کو صبح آٹھ بجے شعبہ اردو کے دونوں پروفیسروں نے اس وفد کے ساتھ کمپیس کے ایک خوبصورت ریستورانٹ میں پرتکلف ناشتہ کیا۔ اس کے بعد یہ وفد شعبہ مولانا جلال الدین رومی پہنچا تو وہاں شعبے کے سربراہ پروفیسر ڈاکٹر علی تمیزال نے سب کو خوش آمدید کہا۔ ان کے ساتھ شعبہ رُومی اور شعبہ اُردو کے پروفیسرز موجود تھے۔ پروگرام کے شاندار آڈیٹوریم کے اسٹیج کو نہایت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ ٹھیک دس بجے یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر پروفیسر حسین کارا ہال میں داخل ہوئے تو تمام حاضرین نے ان کا استقبال کیا۔ اس کے بعد پروگرام کا باقاعدہ آغاز ہوا پروگرام کا آغاز تین کتابوں کی اجراء سے کیا گیا۔ فہیم اختر کے افسانے، ترتیب و تدوین: ڈاکٹر محمد کاظم۔ لفظ بولیں گے میری تحریر کے (انور ظہیر کے فن اور شخصیت پر لکھے گئے مضامین کا مجموعہ)، ترتیب و تدوین: امتیاز گورکھپوری۔ سمندر ہے درمیاں، ولا جمال کے نظموں کا مجموعہ، ترتیب و تدوین: امتیاز گورکھپور۔ نظامت کے فرائض ایک طالبہ نے انجام دیئے اور ترکی اور انگریزی زبان میں خوبصورت نظامت کی۔ پروگرام کا آغاز ترکی کے قومی ترانے سے کیا گیا۔

اس کے بعد مولانا جلال الدین رُومی کی زندگی پر ایک فلم دکھائی گئی۔ فلم کے بعد شعبہ کے سربراہ جناب علی تمیزال نے دور دراز سے آئے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور جناب وائس چانسلر کی موجودگی کو پروگرام کی اہمیت اور کامیابی کی ضمانت قرار دیا۔ ان کی مختصر اور جامع تقریر کے بعد وائس چانسلر کو اسٹیج پر مدعو کیا گیا۔ وائس چانسلر نے بھی تمام مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور کہا کہ آج اتنے دور دراز سے آئے مہمان یہ ثابت کر رہے ہیں کہ آج بھی مولانا جلال الدین دنیا کے دوسرے علاقے میں یاد کئے جاتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ 1964 میں ان کی دادی نے انھیں علامہ اقبال کا کلام بطور تحفہ دیا تھا جو آج بھی ان کے دفتر میں رکھا ہوا ہے۔ دونوں حضرات اپنی اپنی تقریر کے بعد پورے پروگرام میں تشریف فرما رہے جب کہ چاروں مہمان اور سیمینار کے ناظم کو اسٹیج پر بلا کر بہت تعظیم سے بٹھایا گیا۔ سیمینار کے اس حصے کی گفتگو کے لئے شعبہ انٹرنیشنل ریلیشن کے سربراہ ڈاکٹر پروفیسر سبحان ہالس کو مدعو کیا گیا تھا انہوں نے ترکی اور انگریزی زبان میں بہت ہی اچھے انداز میں اس حصے کی نظامت کی۔ سب سے پہلے جواہر لال نہرو یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر محمد کاظم صاحب نے اپنا مقالہ پیش کیا۔ انہوں نے مولانا رومی کی شاعری پر ہونے والے ترجمے پر اپنا مقالہ پڑھا، جسے حاضرین نے خوب پسند کیا۔ دوسرے نمبر پر سید انور ظہیر رہبر کو مدعو کیا گیا۔ انور ظہیر رہبر نے شروع میں ترکی زبان میں رومی انسٹی ٹیوٹ اور حاضرین محفل کا شکریہ ادا کیا کہ انہیں اس سیمینار میں شرکت کی دعوت دی گئی ہے تو حاضرین محفل نے بہت تالیاں بجائیں۔ ان کا مقالہ مولانا رُومی کی تعلیم اور پیغامات پر مشتمل تھا۔ انھوں نے اس مقالے میں رُومی کے فارسی زبان میں وہ پیغامات بھی پڑھ کر سنائے جن کی ضرورت آج بھی اسی طرح ہے جس طرح 1270

میں تھی، جب جلال الدین رُومی موجود تھے۔تیسرے نمبر پر امتیاز گورکھپوری صاحب کو مائیک پر مدعو کیا گیا۔انہوں نے رومی کی نظم اردو میں پیش کی تو شعبہ اردو کے طلباء وطالبات نے خوب تالیاں بجائیں۔آخر میں جناب فہیم اختر نے مولانا رُومی کی شاعری پر اپنا پر مغز مقالہ پیش کیا۔یاد رہے کہ تمام مقالے انگریزی زبان میں پڑھے گئے۔اور پروگرام کے ناظم نے اس کا خلاصہ ترکی زبان میں بھی پیش کیا۔پروگرام کے اختتام پر حاضرین کو سوالات پوچھنے کے لئے پندرہ منٹ کا وقت دیا گیا۔اس موقع پر وائس چانسلر نے بھی سوالات کیے اس کے علاوہ طالب علموں نے بھی کئی مضامین پر سوالات پوچھے جن کا انہیں تسلی بخش جواب دیا گیا۔سوال و جواب کے بعد مہمانوں کو اسناد و تحائف سے بھی نوازا گیا اور یہ شاندار اور یادگار پروگرام اپنے خوبصورت انجام کو پہنچا۔اس موقع پر تصاویر بھی بنائی گئی اور اس کے بعد وائس چانسلر نے شعبہ اُردو کی طرف سے ظہرانے میں مہمانوں کے ساتھ شرکت کی۔کھانے کا انتظام چانسلر کے خوبصورت سے میس میں کیا گیا تھا۔کھانے کے بعد وائس چانسلر مہمانوں کو اپنے ساتھ اپنے چیمبر میں لے کر گئے اور اپنی دادی کا دیا ہوا علامہ اقبال کا قدیم کلام دکھایا۔ساتھ ہی ترکی کافی سے مہمانوں کی تواضع کی گئی۔آخر میں وائس چانسلر نے بھی مہمانوں کو تحائف دیئے اور اس دن کی تمام تر کارروائی کی تصاویر کی سی ڈی بھی مہمانوں کو دیں۔پروگرام کے دوسرے حصے میں مولانا جلال الدین رُومی کے مزار پر حاضری کے لئے لے جایا گیا۔مزار پر لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی لیکن سب بڑے صبر و تحمل کا مظاہرہ کر رہے تھے۔کچھ لوگ فاتحہ پڑھتے نظر آئے تو کچھ عبادت میں مصروف اور کچھ قران پڑھنے میں۔ایک خاتون جو شاید رُومی کی سچی عاشق لگ رہی تھیں گڑ گڑا کر دعا مانگ رہی تھیں اور زار و قطار رو بھی رہی تھیں۔عجیب سا منظر تھا۔مولانا رُومی کے علاوہ وہاں ان کے خاندان کے دوسرے افراد بھی یہاں مدفن ہیں۔قونیہ کا شہر جہاں مولانا جلال الدین رُومی کے حوالے سے شہرت رکھتا ہے وہیں اس کی جامعہ بھی زائرین اور علم کی غرض سے آنے والوں کی توجہ کا مرکز ہے۔اس کی جامعہ سلجق شہر قونیہ کی سب سے بڑی اور ترکی کی دوسری بڑی یونیورسٹی میں شمار کی جاتی ہے۔ترکی کا ساتواں بڑا شہر قونیہ،ترکی کے جنوب میں واقع ہے اور یہ صوبے کا دارالحکومت بھی ہے اس چھوٹے صاف ستھرے اور ترقی یافتہ شہر میں کل پانچ یونیورسٹیاں موجود ہیں۔سلجق یونیورسٹی ایک بہت بڑے کیمپس کے اندر ہے جس میں اس کے تمام سائنس اور آرٹس کے شعبے موجود ہیں۔ہر شعبے کی اپنی اپنی لائبریری اور کینٹین ہے اس کے علاوہ کیمپس میں ہی ایک بازار بھی ہے جس میں یونیورسٹی میں پڑھنے اور پڑھانے والوں کی ضرورت کی ہر چیز موجود ہے۔طلباء وطالبات کے ہوسٹل بھی کیمپس میں ہی ہیں اس لئے اس بازار میں کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کے سب سامان وافر مقدار میں دستیاب نظر آتے ہیں۔شعبے کی کینٹین کے علاوہ کئی بڑے بڑے ریستورانٹ بھی موجود ہیں۔یوں یونیورسٹی کا یہ کیمپس ایک چھوٹا سا شہر ہے جو کہ قونیہ کے مرکز سے صرف نو کلومیٹر ہی دور ہے۔

***

# اداریہ

## قندیل ادب کا آٹھواں سال

### اور نیا سال 2020 مبارک ہو

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں قندیل ادب کو سات سال تک جاری رکھنے کی توفیق دی۔ہمارے جسم اور دماغ کو درست سمت چلنے کی قدرت نوازی۔قندیل ادب کا آٹھویں سال کا پہلا شمارہ حاضر ہے۔اس پر احباب تبصرے بھی کریں، اور اپنے مضامین اور کالم، گزارشات بھی ارسال کریں تا کہ یہ قندیل اپنی روشنی مزید بڑھاتی رہے۔دسمبر سے سب لوگوں کا ماہانہ چندہ ۲۵ پونڈ ختم ہو چکا ہے۔اس ماہ میں اپنا چندہ دینا نہ بھولئے۔اکاؤنٹ نمبر صفحہ نمبر ۳ پر دے دیا گیا ہے۔جن احباب کو رسالہ دیا جاتا ہے یا ارسال کیا جاتا ہے۔ان سب سے گزارش ہے کہ اس رسالے کی قیمت فی کاپی دو پونڈ ہے۔اگر پوسٹ کا خرچ شامل کیا جائے تو تین پونڈ بتیس پینی بنتی ہے۔کوئی بھی رسالہ بغیر رقم کے نہیں چل سکتا۔آپ سے سے مودبانہ اپیل ہے کہ اس طرف توجہ دیں۔اور اس رسالے کو کامیاب کرنے میں ہماری مدد کریں اور دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہمارا مددگار بن جائے آمین۔

نوٹ۔جنوری ۲۰۲۰ میں جن احباب کا چندہ موصول نہیں ہوگا انہیں پرنٹ کاپی ارسال نہیں کی جائے گی اور نہ ہی E-mail کی جائے گی۔ (ادارہ)

---

قارئین سے گزارش ہے کہ اپنی سالانہ چندہ فیس نیچے دیئے گئے اکاؤنس نمبر میں ٹرانسفر کر کے ممنون فرمائیں۔جزاکم اللہ

HSBC London UK A/C 04726979

**Sort Code 400500**

رانا عبد الرزاق خاں

# آپ کے خطوط

✓ ساجد رانا لندن سے رقم طراز ہیں:

قندیل ادب جنوری 2014ء بہت خوبصورت اور دیدہ زیب ہے۔کیا خوب آپ کی سلیکشن ہے۔پڑھ کر دل خوش ہوگیا۔خدا تعالیٰ آپ کی کاوشوں میں مزید برکت دے۔دیارِ مغرب میں کیا ہی خوبصورت قندیلِ ادب آپ نے روشن کی ہے۔

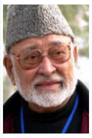

✓ محترم خان بشیر احمد خان صاحب لکھتے ہیں:

رانا صاحب   السلام علیکم

آپ کا میگزین ملا۔شکریہ۔ میں ہمیشہ آپ کا میگزین اپنے دوستوں کو ساری دنیا میں فارورڈ کرتا ہوں۔میری دلی دعا ہے کہ آپ جو یہ عظیم خدمت اُردو کی دیارِ غیر میں کر رہے ہیں اور قارئین قندیل ادب کا بھلا کر رہے ہیں اور قارئین قندیل ادب کا بھلا کر رہے ہیں۔ برائے مہربانی جاری رکھیئے۔ میں انگریزی اور اردو رسائل کا ایڈیٹر رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ ایک رسالہ نکالنا کتنا مشکل کام ہوتا ہے۔میری سمجھ سے یہ بالا ہے کہ آپ اتنا خوبصورت رسالہ کس قدر محنت سے اور شوق سے مستقل دو سال سے جاری رکھے ہوئے ہیں جبکہ آپ کی اس سے علاوہ بھی کافی مصروفیات ہیں۔

✓ ڈاکٹر نجمہ شاہین کھوسہ صاحبہ رقمطراز ہیں:

رانا صاحب سلام۔آپ کا بہت بہت شکریہ۔آپ نے ایک خوبصورت میگزین بھیجا۔اس میں اپنی غزل دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔شکریہ۔میں مزید اپنا کلام لکھ رہی ہوں اگر ہوسکے تو اسے بھی شامل میگزین کریں۔

✓ عبدالحمید حمیدی صاحب کنیڈا سے لکھتے ہیں:

رانا صاحب قندیل ادب پڑھ کر مزا ہی آ گیا۔خدا تعالیٰ آپ کو خوش رکھے۔ جاری رکھیئے۔

✓ ف س ایڈیٹر ماہنامہ ''انشاء'' کلکتہ انڈیا سے رقمطراز ہیں:

آپ نے اچھی قندیل جلائی ہے۔میری دعا ہے کہ اللہ اسے سدا روشن رکھے۔

✓ نسرین شگفتہ لکھتی ہیں:

محترم ایڈیٹر صاحب قندیل ادب آپ کو میری طرف سے اور ڈاکٹر نسرین فاطمہ کی طرف سے اتنا خوبصورت اور معلوماتی رسالہ نکالنے پر مبارکباد پیش کرتی ہیں۔ اللہ آپ کے رسالے کو مزید ترقی سے نوازے۔آمین

✓ ڈاکٹر ایم اے حق چیف ایڈیٹر عالمی انوار تخلیق رانچی انڈیا سے لکھتے ہیں:

محترم رزاق بھائی! گلہائے عقیدت جناب امجد مرزا صاحب نے آپ کا بے انتہا خوبصورت رسالہ قندیل ادب انٹرنیشنل لندن بھیج کر مجھ پر بڑا احسان اور کرم کیا ہے۔میں صرف افسانے لکھتا ہوں میرے افسانوں کو امجد مرزا کافی پسند فرماتے ہیں۔چند افسانے قندیل ادب کیلئے حاضر ہیں۔اگر پسند فرمائیں تو کسی قریبی شمارے میں جگہ دیکر ممنون فرمائیں۔

✓ محترم فرید احمد ناصر صاحب فرماتے ہیں:

آپ کا قندیل ادب پہلی بار ملا۔مختلف موضوعات پر کئی ایک مضامین کافی معلوماتی ہیں۔ ماضی قریب اور ماضی بعید کے استاد شاعراء کا متنوع کلام پڑھ کر تعریف کرنا بخل ہوگا۔اسی طرح وقت کے معمور کے تابع اور زیر سایہ شعراء کا کلام بھی اس رسالہ میں ملا دونوں زمانوں کے شعراء کا حسین امتزاج اور سنگم محسوس ہوا۔

✓ محترم سوہن راہی صاحب رقمطراز ہیں۔

رانا صاحب سلام۔آپ کی محبتوں اور محنت کا ثمر قندیل ادب مسلسل مل رہا ہے۔ یہ مجھ جیسے معمولی طالب علم کی علمی پیاس بجھانے کیلئے بہت مددگار ثابت ہو رہا ہے۔اس میں موجود محبت اور نور کی کرنیں مجھے زندہ رکھتی ہیں۔ اس مشکل اور خوبصورت کام کو جاری رکھنا علم دوست اور فراخدل لوگوں کا کام ہے۔

✓ محترم شیخ رفیق طاہر صاحب لکھتے ہیں۔

جناب محترم رانا صاحب نیا سال مبارک ہو۔قندیل ادب ملا۔ جب یک لخت میں اسے پڑھ چکا تو میرے دل کے جو تاثرات تھے کہ یہ مختلف بہترین اقسام کے پھولوں کا گلدستہ ہے۔خدا تعالیٰ آپ کو جزا دے۔آمین

✓ محترم تنویر خان سڈنی آسٹریلیا سے تحریر فرماتے ہیں:

محترم رانا صاحب سلام و دُعا۔خاکسار کو آپ مسلسل دو سال سے قندیل ادب بھجواتے ہیں جس کیلئے بندہ آپ کا بہت ممنون ہے۔جنوری کا شمارہ دیکھا۔ہر شمارے کی طرح اس میں بھی ادب، ثقافت، نظم نثر، شاعری، دینی اور دنیاوی معلومات، قصے کہانیاں اور افسانے حالاتِ حاضرہ مزاح لطائف بلکہ سبھی کچھ ہوتا ہے۔ ہر ماہ آپ ایک سمندر کو کوزے میں بند کر دیتے ہیں۔ ہر ماہ ایک شمارہ نکالنا بہت مشکل کام ہے جو کہ آپ کی ٹیم مسلسل کئے جا رہی ہے ہر تحریر خوبصورت الفاظ سے مزین ہر ماہ نیا سرورق انتہائی جدت سے تیار کردہ صفحات آپکی ادب سے محبت عقیدت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔جس کیلئے مجھ جیسے ادب کے طالب علم پر آپ کی عقیدت اور شکرگزاری لازم ہے کہ بندہ کو یہاں آسٹریلیا میں بیٹھے ادبی تشنگی مٹانے کیلئے معاون ثابت ہوتا ہے۔میں آپ کا اور معاون کارکنان کا مشکور ہوں۔

# غزلیات

## اطہر حفیظ فراز

پھر نام کمانے کے جو ارمان جگے ہیں،
ایمان سلا کر یہ جو سلطان جگے ہیں
پھر سے کوئی اترا ہے صحیفوں کو اٹھائے،
فرعون جو اٹھے ہیں تو ھامان جگے ہیں
صدیوں کے اندھیروں نے جنھیں ڈھانپ رکھا تھا،
پھر سے وہی فرمودہ و فرمان جگے ہیں
اے مہدیِ دوراں!! تیری آواز پہ قرباں،
برسوں کے یہ سوئے ہوئے انسان جگے ہیں
جے ہو تیری مرزا!! تیری ہمت کو سلامی!!
دشمن کو بتایا کہ قلمدان جگے ہیں
درویش صفت ہیں، مگر ایسا بھی نہیں ہے،
خاموش سمندر میں بھی طوفان جگے ہیں
پھر آنکھ نے درشن تیری آمد کے کئے ہیں
ہم آنکھ کے لگنے کے بھی دوران جگے ہیں
اے ملت احمد!! تیری ناموس کی خاطر،
ہم سر پہ کفن باندھ کے ہر آن جگے ہیں
یا رب تو فرشتوں کو حفاظت پہ لگا دے!!
عنوان بتاتے ہیں کہ طوفان جگے ہیں
اقوام زمانہ کو فراز!! اپنا بنایا،
ہم پر میرے مالک!! تیرے احسان جگے ہیں

## مدثر احمد۔نقاش

چلو اک بار پھر پچھلے زمانے لوٹ چلتے ہیں
کھلونوں سے پھر اپنا گھر بنانے لوٹ چلتے ہیں
زمانہ جس قدر چاہے ستم ڈھائے محبت پر
زمانہ اس میں قاصر ہے بتانے لوٹ چلتے ہیں
پھرے ہے عشق سڑکوں پر حسن محلوں میں پلتا ہے
حسن اور عشق دونوں کو ملانے لوٹ چلتے ہیں
بچھڑ کر بھی رہے ہم اک پرانے پیڑ کے پنچھی
چلو اک بار پھر سے گھر بسانے لوٹ چلتے ہیں
اذیت ناک کھیلا ہم دونوں نے کھیل رنجش کا
گلے شکوے بھلا کے اب نبھانے لوٹ چلتے ہیں
مروت کچھ کرو تم بھی مروت میں بھی کرتا ہوں
چلو اس تلخ ماضی کو بھلانے لوٹ چلتے ہیں
عمر بھر ساتھ دینے کا یہ وعدہ کون نبھائے گا
چلو پھر نئے سرے سے آزمانے لوٹ چلتے ہیں
اگر ہمت نہیں تم میں زمانے سے جھگڑنے کی
تو ملکر آؤ اپنی ذات کے تہ خانے لوٹ چلتے ہیں
یونہی تکرار و بحث میں یہ بات لمبی نہ ہو جائے
چلو اب چھوڑ دو قصے پرانے! لوٹ چلتے ہیں
نقاش اک موت کا منظر ہے روٹھے کو منانے کا
ہر رُوٹھے کو گلے لگانے لوٹ چلتے ہیں

## اعظم نوید

اک برقِ تپاں اب وہ گرانے نہیں آتے
کیوں لوٹ کے پھر پہلے زمانے نہیں آتے
ہر لمحہ بہاروں کا سماں رہتا تھا یارو
موسم وہ حسیں اب تو سُہانے نہیں آتے
رہتے تھے کبھی بزمِ دل وجاں میں ہمیشہ
کیوں پاس وہ اب یار پرانے نہیں آتے
حیراں ہوں بہت دیکھ کے شاطر یہ زمانہ
ہم کو تو کوئی ایسے بہانے نہیں آتے
اس گردشِ دوراں نے ہی برباد کیا ہے
ساقی کو بھی اب ہوش اڑانے نہیں آتے
سب چھوڑ گئے وقت کڑا دیکھ کے اپنے
کیوں اب وہ مری بگڑی بنانے نہیں آتے
لکھے ہیں عجب وقت نے کچھ خُوں سے ترانے
ہم کو وہ سرِ عام سنانے نہیں آتے
رکھا ہے سدا کرب و بلا ہم نے چُھپا کر
کچھ زخم ہیں ایسے جو دکھانے نہیں آتے
جو چاک گریباں ہوئے اک عہدِ جنوں میں
وہ چاک کبھی ہم کو سِلانے نہیں آتے
ہوتے تھے کئی لوگ کبھی شہر کی رونق
خوابوں میں بھی اب دل کو لُبھانے نہیں آتے
محنت سے جو گھبرائے سدا دُنیا میں اعظم
قارون کے ہاتھوں میں خزانے نہیں آتے

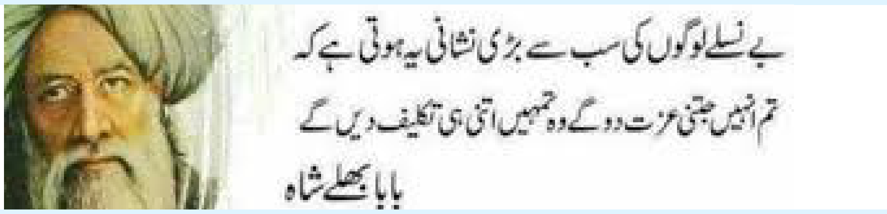

## ساجد رانا

تم کو آتا ہے نظر جو حوصلہ! رہ جائے گا
خواب کی تعبیر میں یہ گُل کِھلا رہ جائے گا
حادثہ گزرا ہے جو اُف کیا کہوں وہ حادثہ
آگ بجھ جائے لیکن حادثہ رہ جائے گا
یہ دوا افسوس ٹیبل پر پڑی رہ جائے گی
جو دیا تھا رب کو تُو نے واسطہ رہ جائے گا
دیکھنا کھو جاوں گا میں منزلوں کی کھوج میں
منزلوں کو ڈھونڈتا یہ راستہ رہ جائے گا
تیری خاطر میں اگر یہ جان بھی قرباں کروں
تجھ کو کوئی نہ کوئی پھر بھی گلہ رہ جائے گا
ٹھیک ہے ہم ایک ہوجائیں گے پھر سے جانِ جاں
پر ہمارے درمیاں اب فاصلہ رہ جائے گا
میں تو مر جاوں گا ساجدؔ پر بھٹکتا دشت میں
میری وحشت نے جنا جو قہقہہ رہ جائے گا

## عاصی صحرائی

محبت میں یہ کمال ہوگیا نا
ایک سیکنڈ ایک سال ہوگیا نا
میں نے کہا تمہیں چاہتا ہوں
ٹیڑھا سوال ہوگیا نا
اک تیری محبت سے خیال پلٹا
عشق کا زوال ہوگیا نا
غصے سے جو لڑ پڑے ہیں
دونوں کا برا حال ہوگیا نا
دل کو دل سے راہ ہوتی ہے
دل دل پہ نہال ہو گیا نا
جو مانگیں مل جاتا ہے
قبولیت کا کمال ہوگیا نا
سچائی کا سورج چڑھ کے رہتا ہے
دشمن اب تو پائمال ہوگیا نا
تم وعدے جو نبھانے لگے
وقت ہم پہ عاصیؔ نہال ہوگیا نا

## فیض احمد فیض

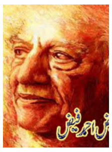

گلوں میں رنگ بھرے، بادِ نو بہار چلے
چلے بھی آؤ کہ گلشن کا کاروبار چلے
قفس اداس ہے یارو، صبا سے کچھ تو کہو
کہیں تو بہرِ خدا آج ذکرِ یار چلے
کبھی تو صبح ترے کنجِ لب سے ہو آغاز
کبھی تو شب سرِ کاکل سے مشکبار چلے
بڑا ہے درد کا رشتہ یہ دل غریب سہی
تمہارے نام پہ آئیں گے غمگسار چلے
جو ہم پہ گزری سو گزری مگر شبِ ہجراں
ہمارے اشک تری عاقبت سنوار چلے
مقام فیضؔ کوئی راہ میں جچا ہی نہیں
جو کوئے یار سے نکلے تو سوئے دار چلے

## عامر حسنی ملائیشیا

کسی کے عشق میں اشعار باندھے
مکمل فکر سے افکار باندھے
حقیقی عشق کا وہ آسماں ہے
تبھی تو عشق کے معیار باندھے
اسے پانا کوئی آساں نہیں ہے
ارادے ٹوٹتے سو بار باندھے
جو اس کے ساتھ یاری مانگتا ہو
وہ پھر اخلاق سے اقدار باندھے
تمازت عشق کی جو چاہتا ہے
محبت سے بھرے ایثار باندھے
خدا کے عشق میں جو ڈوب جائے
صفِ ابلیس سے انکار باندھے
جو عامرؔ قرب اس کا چاہتا ہے
کفن سر پر سرِ بازار باندھے

## اطہر حفیظ فراز

وہ عشق، وہ معشوق، وہ دلدار دو ٹکے کا ہے
دو ٹکے کے لوگ ہیں، اور پیار دو ٹکے کا ہے،
جو کام بھی نہ آ سکے وہ یار دو ٹکے کا ہے
دکھ درد میں دو بول بھی انمول سا انعام ہیں،
خوشحالیوں کے دور میں اظہار دو ٹکے کا ہے
وہ حسن جو تاریکیوں میں زینتیں بنتا پھرے،
وہ حسن دو ٹکے کا ہے، کردار دو ٹکے کا ہے
محبوب کی دو چوڑیوں کے دام تو لاکھوں میں ہیں
اور گھر میں جو موجود ہے وہ ہار دو ٹکے کا ہے
وہ عشق جو پیسوں تلے دب کر نچھاور ہورہے،
وہ عشق، وہ معشوق، وہ دلدار دو ٹکے کا ہے
مجھ کو پتا ہے جرم ہے، مجھ کو سزا کا علم ہے
کہہ دیا تو کہہ دیا سردار دو ٹکے کا ہے
جو گرمیوں کی دھوپ کی حدت کو پسپا نہ کرے،
وہ سائباں، وہ سایہ دیوار دو ٹکے کا ہے
کلیاں نہ ہوں، بس پھول ہوں وہ باغ بھی کیا باغ ہے،
جس میں حسیں ٹکرائے نہ، بازار دو ٹکے کا ہے
نہ ہی ہوا ہے حادثہ، نہ شعر ہے، نہ نظم ہے،

اس کی نظر کے تیر کا یہ وار دو ٹکے کا ہے
لڑکی پچاس ملین کی اور ماں ہے فقط پچاس کی،
یہ "میرے پاس تم ہو" کا شہوار دو ٹکے کا ہے
اس شہر میں اک سرپھرا سب کے بتائے دام ہے،
جس نے خبر یہ چھاپ دی، اخبار دو ٹکے کا ہے
وہ شعر جو واہ واہ نہ لے، وہ شعر بھی کیا شعر ہے،
جس پر غزل نہ ہو سکے شہکار دو ٹکے کا ہے
مجھ کو فراز!! علم ہے اس رونق بازار میں،
تاجر مجھی کو کہہ پڑے خوددار دو ٹکے کا ہے

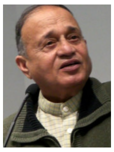

## امجد مرزا امجدؔ

یہ ساتھ میرے حادثہ اکثر جو ہو گیا
پھولوں کی آرزو میں وہ کانٹے چبھو گیا
آیا تھا وہ سکون و مسرت کو بانٹنے
جاتے ہوئے نجانے کیوں آنکھیں بھگو گیا
آنکھوں کا تھا خمار کہ وہ تھی مثالِ حور
کچھ بھی رہا نہ ہوش ، کہ دیوانہ ہو گیا
دامن ہے تار تار تو زخمی ہیں پاؤں بھی
صحنِ مکاں میں وہ تو میرے خار بو گیا
ہم تو سمجھ رہے تھے کہ امجدؔ ہے ناخدا
طوفان تھا شدید کہ کشتی ڈبو گیا

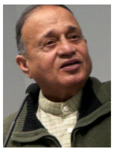

## سیاسی انا
## امجد مرزا امجد

سیاسی انا کا ہے جو یہ اکھاڑا
سیاست کا اِس نے ہے حلیہ بگاڑا
جو قومی حمیت کا جذبہ تھا ہم میں
اِسی نے ہے اُس کو بھی جڑ سے اُکھاڑا
اِسی نے ہی ٹکڑے کئے ہیں وطن کے
عداوت و نفرت کا لے کر کلھاڑا
اِسی نے ہی قومی یگانگت کو کچلا
حمیت و غیرت کو روندا لتاڑا
اُنہی دشمنوں کے ہیں نرغے میں آئے
تھا قائدؒ نے جن کو اکیلے پچھاڑا
یہی خودسری ہے یہی سرکشی ہے
کہ جس نے ہے قوموں کو اکثر اُجاڑا

## تازہ کاوش
## اعظم نوید

دل میں ہزار غم کا شمارہ لئے ہوئے
جیتے رہے ہیں سانس اُدھارہ لئے ہوئے
درگور کر گئیں مجھے لہجے کی تلخیاں
باتوں میں سب جہاں تھا شرارہ لئے ہوئے
اک کشمکش میں کٹ گئی عُمر رائگاں
ایسا تھا زیست نفسِ امارہ لئے ہوئے
جس کی پڑی نگاہ وہ سکتے میں آ گیا
تھی تنگِ خلق ایسا نظارہ لئے ہوئے
حُسنِ عمل سے بھر لو یہاں سارے جھولیاں
ورلی یہ زندگی ہے خسارہ لئے ہوئے
چلتے رہے ہیں ناک کی ہی سیدھ پر سدا
واعظ کی آنکھ کا ہی اشارہ لئے ہوئے
اس کے کرم سے حل ہوئے عُقدے حیات کے
ہر لحہ رب کا ہم تھے سہارہ لئے ہوئے
آنکھوں میں جگمگانے لگی ایک چاندنی
روشن حسین چاند ستارہ لئے ہوئے
چلنے لگی ہے زیست میں پُروا بہار کی
یزداں ہے جب سے دل پہ اُجارہ لئے ہوئے
کون و مکاں کی مِٹ گئی پھر ساری تیرگی
خیر البشر تھے نُور منارہ لئے ہوئے
اعظمؔ ہزار فتوے دئے اک جہان نے
ایسی حسین ہے ذات پیارہ لئے ہوئے

## تازہ ترین
## بسم اللہ کلیم

اپنڑے اندر نُوں پرتا کے ویکھاں گا
مَنجی تھلّے جھاتی پا کے ویکھاں گا
رُوح دے کولوں کھو کے میں بُت اپنڑے نُوں
دِل دے مندر وِچ سجا کے ویکھاں گا
ٹُھر یا جُسّہ چُھڈ کے پاسے نہیں ہونڑا
موت اپنڑی دا جشن منا کے ویکھاں گا
شیشے اگّے بیہہ کے ویکھاں پُرکھاں نُوں
پچھّے، اپنڑی جُون ہنڈھا کے ویکھاں گا
تکّی تے سروں جما کے ویکھی اے، ہُنڑ میں
گونگلُواں توں مٹّی لاہ کے ویکھاں گا
اوتھے دی بھُگتی اے ایتھے آ کے تے
ایتھے کی سی اوتھے جا کے ویکھاں گا
ہونڑ دیو ہُنڑ جو ہو جاوے، بِسمِ اللہ
میں اپنڑی واری بُھگتا کے ویکھاں گا

## وصی شاہ

تم میری آنکھ کے تیور نہ بھلا پاؤ گے
ان کہی باتوں کو سمجھو گے تو یاد آؤں گا
ہم نے خوشیوں کی طرح دکھ بھی اکھٹے دیکھے
صفحۂ زیست کو پلٹو گے تو یاد آؤں گا
اس جدائی میں تم اندر سے بکھر جاؤ گے
کسی مزار کو دیکھو گے تو یاد آؤں گا
اسی انداز میں ہوتے تھے مخاطب مجھ سے
خط کسی اور کو لکھو گے تو یاد آؤں گا

میری خوشبو تمہیں کھولے گی گلابوں کی طرح
تم اگر خود سے نا بولو گے تو یاد آؤں گا
سرد راتوں کے مہکتے ہوئے سناٹوں میں
جب کسی پھول کو چوموگے تو یاد آؤں گا
آج تو محفل یاراں پہ ہو مغرور بہت
جب کبھی ٹوٹ کے بکھرو گے تو یاد آؤں گا
اب تو یہ اشک میں ہونٹوں سے چرا لیتا ہوں
ھاتھ سے خود انہیں پونچھو گے تو یاد آؤں گا
شال پہنائے گا اب کون دسمبر میں؟؟
بارشوں میں کبھی بھیگو گے تو یاد آؤں گا
حادثے آئیں گے جیون میں تو تم ہو کے نڈھال
کسی دیوار کو تھاموگے تو یاد آؤں گا
اس میں شامل ہے میرے بخت کی تاریکی بھی
تم سیاہ رنگ جو پہنو گے تو یاد آؤں گا

## طفیل عامر

جذبات کی حدت سے جو جلنے لگے آنسو
پھر ان کو منانے کو یہ چلنے لگے آنسو
آ جاتا ہے آہوں کو رسائی کا سلیقہ
لگتا ہے مرے پھولنے پھلنے لگے آنسو
اُمید نہ تھی جن کی انہیں سامنے پاکر
حیرت سے یہ کیوں آنکھوں کو ملنے لگے آنسو
ان کا تو کوئی وعدہ کبھی تھا ہی نہیں پھر
افسوس سے کیوں ہاتھ یہ ملنے لگے آنسو
اوڑھا ہے نئے روپ سے شعروں کا لبادہ
یوں درد کے سانچے میں یہ ڈھلنے لگے آنسو
اُترے ہیں مرے دل میں وہ جس روز سے عامر
اس دن سے پس پردہ یہ پلنے لگے آنسو

## شائق نصیر پوری

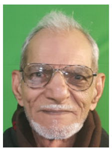

ابرو کمان، گردن شمشیر ہوگئی ہے
تیار خود ہی اُس کی تصویر ہوگئی ہے
دل پر محبتوں نے قبضہ جما لیا ہے
اوروں کے نام میری جاگیر ہوگئی ہے
جب سے قدم رکھا ہے میں نے دیارِ شب میں
بے خوف سانس لینا تقدیر ہوگئی ہے
ممنون ہو کے بھی میں ہوں فائدے سے قاصر
زائل عنایتوں کی تاثیر ہوگئی ہے
آنکھوں نے جو کہا وہ دل نے سمجھ لیا ہے
بولے بغیر پوری تقریر ہوگئی ہے
پھر سے نکل پڑا ہوں میں خواہشوں کی جانب
لگتا ہے پھر سے ڈھیلی زنجیر ہوگئی ہے
پہچانتا ہے اب تو شائق مجھے زمانہ
ظاہر سبھی پہ میری تحریر ہوگئی ہے

## نامعلوم

عیش و عشرت کا ہمیں خُوگر بناتا کون ہے
دے کے کاسہ ہاتھ میں در در پھراتا کون ہے
بے گنہ کے قتل کے پیچھے ہے آخر کس کا ہاتھ
ذہنِ قاتل میں خیالِ قتل لاتا کون ہے
کر رکھا محصور جو مجھ کو گنہگاروں نے ہے
دیکھوں پتھر سے مجھے زخمی بناتا کون ہے
شوق سے لے لیجئے کیسا بھی میرا امتحاں
امتحانِ عشق سے دامن بچاتا کون ہے
کون کانٹے دار شاخوں پہ اُگاتا ہے گلاب
پھر اُسے مرجھا کے مٹی میں ملاتا کون ہے
کس کے کہنے پر کرم ہم پر کرے نامہرباں
مہرباں کو خون کا پیاسا بناتا کون ہے
وہ بُلائیں ہم نہ آئیں یہ تو ممکن ہی نہیں
بزمِ جاناں میں مگر ہم کو بلاتا کون ہے
سُن کے افسانہ دلِ برباد کا ہنستے ہیں لوگ
دوسروں کے غم میں آنسو اب بہاتا کون ہے
عیب دیکھے دوسروں کے ہی منوّر ہر کوئی
آئینے میں شکل اپنی دیکھ پاتا کون ہے

## تازہ کاوش۔اعظم نوید

ظُلم کے ہر سُوئے رنگ گھنیرے دیکھے
ناگ کے روپ میں کچھ انساں سپیرے دیکھے
ہم نے ہر شخص کو الفت کی نظر سے دیکھا
پھر بھی ہر آنکھ میں نفرت کے شرارے دیکھے
ہر سو تہذیب نئی کے ہیں جہاں میں چرچے
ہم نے دامن سے ہیں آنچل بھی سرکتے دیکھے
اک عجب دورِ جہالت ہے جہاں میں جاری
دین کے نام پہ بھی بکتے ہیں فتوے دیکھے
منہ میں رکھتے ہیں زباں، قوتِ شُنوائی بھی
پھر بھی گونگے ہیں کئی لوگ، ہیں بہرے دیکھے
ہم نے صدیوں کا سفر کر کے جسے ڈھونڈا تھا
پیار کے رنگ بہت اس میں ہیں پھیکے دیکھے
کتنی الفت ہے رگِ جاں میں وطن کی یارو
کوئی تو آ کے مِرے مَن کے جھروکے دیکھے
ہے عجب چیز جسے کہتے ہیں دل کی چاہت
دہر میں ہم نے بہت اس کے جھمیلے دیکھے
انساں کے نام پہ ہے دنیا بڑا سا دھبہ
ہم نے کشمیر میں ہیں درد کے نالے دیکھے
کوئی مطلب ہو سر آنکھوں پہ بٹھا لیتے ہیں
دوست دنیا میں بہت ہم نے انوکھے دیکھے
لوگ کہتے ہیں یہ انساں کی ہے دنیا اعظم
ہم نے کیا کیا ہیں یہاں روز تماشے دیکھے

## اطہر حفیظ فراز

میرے دل میں تجھ سی طلب نہیں، نہ مری دعا کوئی اور ہے،
نہ ترا خدا کوئی اور ہے، نہ مرا خدا کوئی اور ہے
تیری دسترس ہے قریب تر، تجھے علم کیا، کیا ہے مغزِ عشق،
میرے ہم نفس تجھے کیا خبر میرا دلربا کوئی اور ہے
تیری ابتداء بھی وہیں سے ہے، میری ابتداء جہاں ہو چکی،
تیری انتہا ہے مرے تلک، میرا منتہی کوئی اور ہے
تیرے عشق میں بھلے کھو گیا، پہ تجھے خدا نہ کہا کیا،
مجھے تو بتا کہ مری طرح کہیں پارسا کوئی اور ہے
میری منزلیں ہیں جہاں جہاں تو وہاں پہ ہیں کئی راستے،
میں نزیل ہوں کسی اور ہاں مجھے جھانکتا کوئی اور ہے
مجھے زلزلہ نہ گرا سکا، تو ہے گر گیا ذرا ہوش کر،
میرا آسرا ہے مرا خدا، تیرا آسرا کوئی اور ہے
مجھے قتل کر کے کھلا ہے یہ، تیرا دین دین خدا نہیں،
میری قبر سے اڑی خوشبوئیں، تو یہ سانحہ کوئی اور ہے
تجھے چوٹ مجھ سی لگی نہیں، تیرا حال مجھ سا ہوُا نہیں،
مجھے زخم وہ جو تجھے نہیں کہ یہ حادثہ کوئی اور ہے
وہ تو اور تھے جو بھٹک گئے، جنھیں راستوں کی خبر نہ تھی،
میں نہیں ہوں وہ کہ بھٹک سکوں بھلے راستہ کوئی اور ہے
جو تجھے خدا نہیں مل سکا، تو فراز!! اتنا یقین رکھ،
یہ حرا نہیں ہے وہی حرا، یہ ہے حرا، کوئی اور ہے

## باسط کانپوری

اندھیری راتوں میں خواب بن کر کوئی جو آیا تو کیا کرو گے
لجا کے دیکھو آئینے میں جب اپنا چہرہ تو کیا کرو گے
ہوا میں خوشبو اور چاندنی رات بچھی ہے پھولوں کی سیج لیکن
کیا تھا آنے کا جس نے وعدہ وہی نہ آیا تو کیا کرو گے
بدن چرا کے نظر جھکا کے کیا تھا وعدہ وفا کا تم نے
ہوا نہ تم سے اگر یہ وعدہ کبھی نہ پورا تو کیا کرو گے
تمہاری دنیا میں زندگی کی ہمارے دَم سے یہ رونقیں ہیں
ہمارے جانے سے ہوگی تنہا تمہاری دنیا تو کیا کرو گے
تمہاری غزلیں تو آئینہ ہیں تمہارے دل کی رفاقتوں کا
سنا کے شعروں کو اپنے باسط ہوئے جو رسوا تو کیا کرو گے

## رشید قیصرانی

مجھے کیا خبر کہ وہ ذکر تھا، وہ نماز تھی کہ سلام تھا
مِرا اَشک اَشک مُقتدی، ترا حرف حرف اِمام تھا
ترے رُخ کا تھا وہی طنطنہ، مری دید کا وہی بانکپن
کہ بس ایک عالَمِ کیف تھا، نہ سجود تھا نہ قیام تھا
میں ورائے جسم تری تلاش میں تھا مگن، مجھے کیا خبر
کہ ہر ریزۂ تن میں بھی تری جلوتوں کا نظام تھا
مجے رَت جگوں کی صلیب پر زرِ خواب جس نے عطا کیا
وہی سحر سحر مبین تھا، وہی حرف حرفِ دوام تھا
مجھے عرش و فرش کی کیا خبر، مجھے تُو ملا تھا جہاں جہاں
وہی آسماں تھی مری زمیں، وہی فرش عرشِ مقام تھا
مری دسترس میں جو آگیا، ترے حسن کا کوئی زاویہ
وہی سلطنت مرے حرف کی، وہی تاجدارِ کلام تھا
ترے کُنجِ لب سے رواں دواں، وہ جو ایک سیلِ حروف تھا
اسے لہر لہر سمیٹنا اُسی کملیؐ والے کا کام تھا

## نیا سال بہتر ہو
### اطہر حفیظ فراز

مری دعا ہے عزیزو!! یہ سال بہتر ہو!!
طبیعتیں بھی ہوں اچھی تو حال بہتر ہو!!
مری دعا ہے عزیزو!! یہ سال بہتر ہو!!
نئی رُتوں کے مہینے تمہیں مبارک ہوں!!
بلندیوں کے یہ زینے تمہیں مبارک ہوں!!
چلن تمہارا ہو اچھا تو چال بہتر ہو!!
مری دعا ہے عزیزو!! یہ سال بہتر ہو!!
بہار آئے تو یارو!! سدا قیام کرے!!
خزاں چمن سے جو گزرے تو بس سلام کرے!!
تپش رہے، رہے سردی، سنبھال بہتر ہو!!
مری دعا ہے عزیزو!! یہ سال بہتر ہو!!
شعاعیں شرق سے آئیں، تمہیں بیدار کریں!!
اندھیرے غرب سے اُٹھیں، تمہیں تیار کریں!!
جنوب سے ہو تحفظ، شمال بہتر ہو!!
مری دعا ہے عزیزو!! یہ سال بہتر ہو!!
ہر ایک ہفتے میں ساتوں دنوں سکون رہے!!
وہ جنوری ہو دسمبر ہو یا وہ جون رہے!!
ہاں موسموں کا اُبھرتا جلال بہتر ہو!!
مری دعا ہے عزیزو!! یہ سال بہتر ہو!!
اگر مئی کی حرارت تمہیں نہال کرے،
یا پھر اگست میں حبس آئے، تمہیں نڈھال کرے،
خدا کرے کہ تنفس بحال بہتر ہو!!
مری دعا ہے عزیزو!! یہ سال بہتر ہو!!
قدم قدم پہ وہ خوشیاں تمہیں نصیب کرے!!
وہ اپنی رحمت و شفقت بہت قریب کرے!!
خدا کرے کہ مرا یہ خیال بہتر ہو!!
مری دعا ہے عزیزو!! یہ سال بہتر ہو!!

***

## عبدالسلام اسلام

ہے پڑی جس دن سے میری نقطہ دل پر نظر
ہیں خیالاتِ جنوں اَرض و سما میں منتشر
آنکھ سے آنسو نکلتے ہیں زباں سے شعر بھی
ہے اُبلتا آتشِ دل سے مرا خونِ جگر
سینچتے ہیں آنسوؤں سے جو درختِ عشق کو
اُن کے نخلِ آرزُو میں آ ہی جاتا ہے ثمر
عبد کی معبود تک ممکن رسائی آج بھی
ہاں درختِ حق میں لگتے اب بھی ہیں شیریں ثمر
ہے نظر مسرور کی گویا شعاعِ آفتاب!
ظلمتِ مغرب اُڑی نورِ خدا ہے جلوہ گر
اشک تیرا باغِ دل کے واسطے جوئے رواں
کِشتِ ایماں کے لئے چشمہ ہے تیری چشمِ تر
ہے پہنتا شیخ کپڑے کس قدر اُجلے سفید
دیکھتے ہیں کالا کالا دال میں اہلِ نظر
عشق کا یہ راز کیا ہے کوئی سمجھائے مجھے!
ڈھونڈتی ہے آنکھ اُس کو لوٹ آتی ہے نظر
آئے تھے گلگشت کی خاطر تمہارے باغ میں
خیر مقدم کر رہے ہیں پے بہ پے کانٹے مگر
تاب کس میں ہے کہ دیکھے اُس کی وہ تابِ جبیں
دیکھ کر مہدی کا چہرہ چھپ گئے شمس و قمر
جب جبیں میری میں سجدوں کے لئے ہے ولولہ
اے عدوئے پُر فتن پھر ہیچ تیرا زورو زرا!
شعر میرا اس لئے برتر زلعلِ بے بہا!
میرا ہر ہر لفظ ہے پروردہ خونِ جگرا!
اسلحہ سے لیس ہوکر بھی ہے دشمن بھاگتا
اَشک و آہ کے زور و بل پر احمدی ہے شیرِ نرا!
عشق کے صحرا میں مجنوں دیکھ کر اسلامؔ کو
آبدیدہ ہو کے بھاگا ''الحذر یا الحذر''

# پاکستانی معاشرے کی تربیت کرپٹ ماحول میں ہوتی ہے

رانا عبدالرزاق خان

پاکستان کے اسلامی معاشرے کو اس مدرسہ باز مولویوں نے بد سے بد ترین بنا دیا ہے۔ اسلام کے اراکان پر عمل نہ کر کے مسلمانوں سے ٹھٹھا کیا گیا ہے۔ یہ کانگرسی ملاں جو ایسے تہی علم ہیں کہ پکی روٹی اور بہشتی زیور سے آگے نہیں گئے۔ اگر قرآن ناظرہ پڑھنے کی توفیق ہوئی تو ترجمہ صرف نحو سے نابلد یہ ملاں صرف اپنی ہم جنس پرستی سے آگے نہیں نکل سکا۔ مستزاد یہ کہ اس مخلوق کو کذب وصدق کے درمیان فرق کا ذرا بھی علم ہو۔ وہ ایک پاک اور مطہر معاشرے کو کیسے تعمیر کر سکتا ہے۔ جس مولانا کی شادی تیس سال کی عمر کے بعد ہو۔ اور وہ بھی کوئی داؤ لگا کر یا کسی مجبور عورت کو اغوا کر کے کی گئی ہو وہ لوگوں کو اسلام کی شان کیسے بیان کر سکتا ہے۔ آغاز جوانی میں کئی ناز و اس کے محبوب رہے ہوں تو معاشرے کے لوگ اچھائی اس سے کیسے سیکھ سکتے ہیں۔ ان مدارس نے جہاں ہمارے معاشرے کی جڑ ہی اکھیڑ کر رکھ دی ہے۔ اب دیکھیں کہ سچ بولنے کا رواج ہمارے معاشرے سے اُٹھ گیا ہے۔ کوئی بھی طبقہ اس برائی سے مبرا نہیں۔ اسی معاشرے سے لوگ آگے آتے ہیں۔ جو میڈیا، میں جاتے ہیں، بیوروکریسی یا کسی بھی محکمے میں جاتے ہیں تو وہ یہ بنیادی تربیت ساتھ لاتے ہیں۔ تربیت والدین کی ہو، اساتذہ کی ہو علمائے سُو کی ہو۔ وہ اپنا رنگ چڑھاتی ہے۔ یہ مدرسہ باز علمائے سُو نے اس ستر سالوں میں اپنی شکم پری تو خوب مکمل کی مگر سارے معاشرے کو ایک دیمک لگا دی ہے۔ مثلاً ہمارے پاکستانی اسلامی معاشرے کی روایات کو کلیتاً اسلام سے دور کر دیا ہے۔ مندرجہ ذیل قوانین کے مقاصد بدل کر رہ گئے ہیں بلکہ عملاً بدل دیئے گئے ہیں۔

### گاؤں یا محلے کا نمبردار:

جب کسی عمارت کی پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی ہو تو وہ دیوار سیدھی کیسے رہ سکتی ہے۔ آج اس کا تصور بدل چکا ہے۔ نہایت مکار، چالاک، حکام کا نمائندہ، پولیس کا ٹاؤٹ، ظالم، ابن الوقت، سیاسی اور بد کردار، دولت مند، دولت پرست، درباری، غریب کے لئے ظالم، امیر کے لئے معاون۔ گاؤں کے لوگوں کے لئے کوئی اخلاقی مثال نہیں بنتا اور نہ ہی لوگوں کے لئے کوئی اچھا کردار ہوتا ہے۔ وہ اپنے مفادات کے دائرے میں رہتا ہے۔

### گاؤں یا محلے کا پٹواری:

جس کے متعلق جب کوئی سوچتا ہے تو وہ شخص راشی نظر آتا ہے۔ اس کا کام ہر زمیندار سے رشوت اینٹھنا ہے۔ سرکار کے مفادات کو پس پشت ڈال کر اپنے مفادات کے لئے ہر وقت سرگرداں رہنا۔ غلط گرداوری کرنا، غلط کام کرنا، اور اس کے لئے رشوت لینا پھران کو درست کرنے کے لئے بھی رشوت لینا پٹواری کا کام ہے۔ افسران بالا کو خوش رکھنا اور کاغذی کاروائی درست رکھنا۔ غلط انتقال درج کرنا اور اس کی فیس کھانا، زمین کی قیمت کم لکھوانا تاکہ حکومت کو ٹیکس کم جائے۔ گاؤں میں مل کر عشر زکوۃ مل بانٹ کر کھانا، وغیرہ۔

### گاؤں یا محلے کا مولوی:

مسجد میں پانچ وقت نماز پڑھانا۔ بچوں کو قرآن پڑھانا، جنازہ، نکاح پڑھانا۔ لوگوں کو اپنے فرقے کے مطابق فتاویٰ دینا وغیرہ۔ کوئی بیمار پڑ جائے تو اس کے لئے دم درود کرنا، پڑھنا۔ عید یا شب رات، میلاد النبی پہ اچھے کھانے لوگوں سے پکوا کر کھانا۔ حلالہ کرنا، طلاق اور باقی مسائل میں کم علم لوگوں کی راہنمائی کرنا۔ پھر مولوی کی بھی کئی اقسام ہوتی ہیں۔ جوان، شادی شدہ، غیر شادی شدہ، بوڑھا، وغیرہ۔ اگر کسی قرآن پڑھنے والے بچے سے منہ کالا نہ کرے تو جوان مولوی تو کسی نہ کسی تاڑ میں رہتے ہیں کہ کہیں نہ کہیں شادی ہو جائے۔ اگر کوئی رضا مند ہو گئی تو دوڑا کر کسی اور جگہ جا چھپے اور شادی کر لی۔ جب ایک آدھ بچہ ہو گیا تو پھر واپس وطن لوٹنا۔ شادی شدہ مولوی بہتر ہوتا ہے وہ اپنے رزق کو بڑھانے کی فکر میں رہتا ہے۔ اس کے علاوہ اپنے ہم فرقہ کے افکار کے مطابق باقی فرقوں کے خلاف نفرت پھیلانا۔ اپنے فرقے کے علاوہ باقی مسلمانوں کو کافر گردانا، یہ بھی مسلمانوں کی تربیت کا حصہ ہے۔ مثلاً دیو بندی، بریلوی، اہل حدیث، سنی، احمدی وغیرہ کو۔ چونکہ یہ امام مسجد زیادہ سمجھ بوجھ نہیں رکھتے۔ اپنی عقل کے مطابق ساری قوم کے افراد بچوں کی غلط

تربیت کررہے ہوتے ہیں۔

### گاؤں یا محلے کے پرائمری اسکول کے ٹیچرز:

اول تو ہر گاؤں میں اسکول نہیں ہوتا اگر سکول ہوتو استاد نہیں ہوتا۔ اگر ہوتا ہے تو کبھی کبھار آتا ہے۔ دو استاد ہوں تو وہ باری باری آتے ہیں۔ استاد کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ بچوں کو آدابِ زندگی سکھائے۔ ان کو سچ کے فائدے اور جھوٹ کے نقصانات بتائے۔ باہمی اخوت بتائے۔ صفائی اور محبت کے فائدے بتائے اور بچوں کو ڈسپلن بتائے۔ مگر ہوتا کیا ہے اول استاد اس طرف توجہ نہیں دیتے۔ اگر کبھی کبھار آتے ہیں تو رٹے رٹائے قائدے یاد کروا دیتے ہیں۔ ہر بچے پر توجہ نہیں دے سکتے جن بچوں کو ان کے والدین پڑھاتے ہیں وہ ہونہار باقی پرائمری پاس کرتے وقت بھی ان پڑھ رہ جاتے ہیں۔ یہ بنیادی تربیت نے ہی ہماری قوم کو قوم بننے نہیں دیا۔

### گاؤں یا محلے کا ڈاکٹر یا حکیم:

کوئی بھی ڈاکٹر گاؤں کے سب افراد سے ذاتی تعلق رکھا کرتا ہے۔ دوائی کے کسی کے پاس روپے ہوتے ہیں اور کسی نے اُدھار کرنا ہوتا ہے۔ اور ڈاکٹر کے پاس سب لوگوں کی خبر ہوتی ہے بلکہ یہ سب کا رازدان ہوتا ہے حتیٰ کہ ناجائز حاملہ خواتین بھی ابورشن کے لئے اسی گاؤں کے ڈاکٹر سے حکیم سے دوائی لیتی ہیں۔ اگر یہ راز فاش ہوجائیں تو بات قتل تک اور پھر پولیس تک بھی چلی جاتی ہے۔ گاؤں کے عیاش مولوی، نمبردار، پٹواری، کونسلر سب اس ڈاکٹر کے کانے ہوتے ہیں۔ یہ برائی زیرِ زمین آج کل زیادہ پھیل رہی ہے جب سے فون، فیس بک، ٹوئٹر، وٹس ایپس، انٹرنیٹ آئی ہے معاشرہ جنسی بے راہ روی کا شکار ہوگیا ہے۔ بچے بچیوں کے حالات کا والدین سے ملوث افراد زیادہ جانتے ہیں۔ بلکہ انٹرنیٹ اور جنسی فلموں نے ہنستے بستے گھر اُجاڑ دیئے ہیں۔

### گاؤں کا یا محلے ویڈیو سنٹر یا کوئی دکان:

یہ برائی کا اڈہ ہے بلکہ ابلیس کا گھر۔ اس سے آپ نہیں بچ سکتے۔ ہر قسم کی برائی یہیں سے پھیلتی ہے۔ فون، انٹرنیٹ، ٹی وی نے اس معاشرے کو کھوکھلا کردیا ہے۔ اس سے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہیں۔ جنسی وڈیو، اب تو یہ سب کچھ فون پر دستیاب ہے۔ یوٹیوب پر سب کچھ دیکھا جاسکتا ہے فوٹو کے ذریعہ سب کچھ دیکھا جاسکتا ہے۔ نوجوان بچے بچیوں کو خود دوستانہ ماحول میں سمجھانا ضروری ہے اس کے فوائد اور نقصانات پہلے ہی بتانا ضروری ہیں۔

### علاقے کے ایم پی حضرات۔ یا ممبر قومی اور صوبائی اسمبلی:

یہ لوگ ہمارے معاشرے کے لیڈر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ان کا رہن سہن شاہانہ اور کام بے ایمانہ ہوتے ہیں۔ یہ فصلی بٹیرے ہوتے ہیں۔ انتظامیہ سے ان کی ملی بھگت ہوتی ہے۔ ہر کسی کی غمی خوشی میں شامل ہوتے ہیں۔ حکومت کے سب ملازمین سے ان کے تعلقات ہوتے ہیں۔ آپ کو کوئی کام بھی ہو تو ان سے رابطہ کریں۔ ہوجائے گا۔ حتیٰ کہ ڈی سی او ضلع۔ ایس پی ضلع سب ان کے ساتھ ہوتے ہیں کوئی بھی جائز یا ناجائز کام ہو ان کے بس میں ہوتا ہے۔ الیکشن کے دنوں میں ان کی چاندی ہوتی ہے۔ ووٹ کا اندراج، حلقہ بندیوں میں ردو بدل ان کا ہی کام ہوتا ہے۔ ضلع یا علاقے کو حکومتی مراعات یہ حکام بالا سے لے کر دیتے ہیں۔ کوئی سڑک کوئی پل، کوئی سکول، ہسپتال ان کی تصدیق کے بغیر نہیں مل سکتا۔ بلکہ کسی بھی مقدمے کا فیصلہ ان کی رضامندی سے ہی ہوتا ہے۔ چونکہ ہمارا سارا نظام اسلامی نہیں بلکہ حرامی ہے۔ یہاں عدل فاروقی کے بجائے عدل شریف کا بول بالا ہے۔ ساری انتظامیہ میرٹ کے بغیر چلتی ہے۔ جس کا پلڑا بھاری ہو اسی طرف سب کی رائے جاتی ہے۔ جس طرح فرعون اور یزید منصفی کرتے تھے یہ بھی اسی طرح کرتے ہیں۔ علاقے میں کوئی بھی برائی، ڈاکہ، لوٹی کام ہوجائے تو آپ کے علاقے کے ایم پی اے اس کو کنٹرول کرتے ہیں۔ کوئی لڑکی اغوا ہوجائے، یا کوئی زنا بالجبر کا کیس ہو۔ چوری، ڈاکہ ہو۔ ان سب کے فیصلے ان کے واسطے سے ہی ہوتے ہیں۔

### ضلع کے کرپٹ اعلیٰ حکام ڈی سی او۔ ڈی پی او وغیرہ:

یہ سب لوگ سیاستدانوں کے تابع ہوتے ہیں۔ ان کی ترقیاں۔ تبادلے، تقرریاں، چیف سیکرٹری کی وساطت اور سب سیاسی حکام کی مداخلت سے ہوتی ہیں لہٰذا یہ سب ایک دوسرے کے تعلقدار ہوتے ہیں۔ جو بھی حکم یا سفارش اوپر سے تصدیق ہو کر آئے گا وہ یہ بسروچشم قبول کریں گے۔ اس لئے ان سے کوئی امید کی ضرورت نہیں۔

### ہمارے کرپٹ کالج، یونیورسٹیز، ہائی اسکول اور کالج سب آزاد ہیں:

جہاں کو تدریس نہیں ہوتی۔ صرف سائنس کے طلباء کچھ محنتی ہوتے ہیں۔ باقی سب جعلی ڈگری تک بآسانی پہنچ سکتے ہیں۔ کمرہ امتحان میں نقل عام چلتی ہے بلکہ رشوت لے کر چلائی جاتی ہے۔ رشوت نے ہمارے اندر سے اسلام

نکال کر اسلام آباد فٹ کر دیا ہے۔گلی گلی معاشقے چلتے ہیں اور والدین کا روپیہ ضائع ہوجاتا ہے۔وکیل کا بیٹا وکیل، جج کا بیٹا جج اور ڈی پی او کا بیٹا ڈی ایس پی ہی بنتا ہے۔عوام صرف عوام ہے۔غریب پڑھتا ہے امیر مزے اُڑاتا ہے۔

### ہماری راشی عدالتیں:

ہماری عدالتیں کچھ زیادہ ہی راشی ہیں۔ امیر کو یہاں جلدی انصاف ملتا ہے اور غریب کی زندگی گزر جاتی ہے مگر انصاف لیٹ ہوجاتا ہے۔ججوں کی اکثریت مادہ پرست رہی ہے۔ اسلام کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور ہیں۔ججوں کا اگر ذاتی کردار دیکھا جائے تو وہ بیشتر کا کردار مشکوک ہی ہے۔کسی بھی معاشرے کے لئے انصاف بنیادی کردار ادا کیا کرتا ہے۔مگر اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔ سب کورٹ سرخ فیتہ کا شکار ہیں۔کنبہ پروری، اور شکم پری نے ہماری عدالتوں کا بیڑہ غرق کر دیا ہے۔

### ہمارے نام نہاد لیڈر:

اس موضوع پر تو بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔قیام پاکستان سے لے اب تک بہت سے لیڈر آئے۔ چند ایک کو چھوڑ کر سب ہی لوگ غدار وطن تھے۔ یا محب وطن نہیں تھے۔علمائے سُو نے وطن دشمنی کے ساتھ ساتھ اسلام دشمنی میں بھی کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی۔تفرقے نے اس قدر مذہبی تعصب کو پھیلایا کہ ملک کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ مدرسہ بازی نے تو نفرت کی اسقدر آبیاری کی کہ اب وہ ایک تناور درخت کی شکل اختیار کر چکا ہے۔اور لیڈر تو پہلے ہی مصلحت اندیش ثابت ہوا ہے۔ ہمارے لیڈر بد کردار شرابی اور زانی ثابت ہوئے ہیں۔یحییٰ خان، قوم کا بہترین اور بدترین زانی اور شرابی تھا۔بھٹو صاحب تھوڑی سی پی لیتے تھے۔ اس کے بعد ایک فرعون مردمومن کی شکل میں آیا کہ جس نے سعودیہ اور امریکہ کی کفش برداری میں کمال کا تمغہ لیا۔جہاد افغانستان کی بھٹی میں ساری قوم کو جھونک کر خود جہنم فی النار ہوا۔پھر اس کا نام نہاد فرزند آن ٹپکا جس نے ساری دولت لوٹ لی اور کشکول قوم کے نصیب میں لکھ دیا۔نواز خبیث نے تو ملک کی لٹیا ہی ڈبو دی۔زرداری نے براستہ ایان علی ساری دولت باہر نکال کر قابو کر لی۔ہم سے بنگلہ دیش بھی آگے نکل گیا، انڈیا تو بہت آگے ہے۔ہم اُمت مسلمہ کا رونا روتے رہ گئے۔نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔علمائے سُو نے خوب گل چھرے اُڑائے۔ لوطی مدرسے کھول کر خودکش بمبار بھی فروخت کئے اور اپنے پیٹ بھی بھرے۔حج بھی کئے عمرے بھی کئے۔ بیچارو بھی رکھیں۔ اور شادیاں بھی من مرضی کی کیں، اور مولانا سمیع الحق کی طرح لونڈوں سے بھی خوب کھیلے۔ اسلام بھی اور اسلام آباد بھی قابو رکھا۔فتاویٰ بھی چلائے اور پیسے بھی کھائے مگر قوم کی تربیت کی کوئی فکر نہ کی بلکہ اپنی انانیت کے چکر میں ساری قوم کو پارہ پارہ کر دیا نہ قوم کی تنظیم ہوئی، اور نہ قوم میں اتحاد آیا، ایمان ویسے ہی غائب ہے۔ساری قوم میں ایک بھی ایسا لیڈر نہیں جس میں کوئی کردار ہو، خدا خوفی ہو،، انسانیت ہو۔ ہم علمائے سُوسمیت سب ہی مجرم اور گنہگار ہیں۔قیام پاکستان کے وقت بھی منتشر تھے اور اب تو زیادہ انتشار آ گیا ہے۔ ہر ایک فرقے کے مولوی نے اپنی اپنی ڈیڑھ انچ کی مسجد بنا رکھی ہے۔مادہ پرستی نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔آخرت کا کسی کو کوئی فکر نہیں۔ ہر کوئی کہتا ہے میں ہی درست ہوں۔ باقی رہی اُمت مسلمہ۔ دجالی طاقتوں نے سب مسلم ممالک کو اُلو بنایا ہوا ہے۔سعودیہ سے لے کر ترکی ایران پاکستان فرنگی کے ایجنڈے پر کام کر رہے ہیں۔اسرائیل کی پالیسی چل رہی ہے اور انڈیا بھی اس میں بہت بھیانک کردار ادا کر رہا ہے۔اور اُمت مسلمہ انشاءاللہ اور ماشاءاللہ کے ورد میں مصروف ہے۔اس وقت ساری اُمت کے پاس کوئی اتحاد، تنظیم ایمان نام کی کوئی چیز نہیں اور روپے کے علاوہ نہ ہی مثبت دماغ ہے فرنگی یا امریکہ کا سب سے بڑا پٹھو آج کل سعودیہ ہے جو کہ اسرائیل کو تسلیم کرنے کے درپے ہے۔اللہ تعالیٰ ہی فضل کرے گا۔سعودیہ ایران دشمنی دو بلاک بنا چکی ہے۔اور اب جنگ قریب ہی ہے۔ **

### جستہ جستہ

عطاء القادر طاہر

ایسے ہی میں دفتر میں مصروف تھا کہ گھر سے بیگم کا موبائل پر فون آ گیا۔ میں سمجھ گیا کہ واپسی میں کچھ خریدتے ہوئے گھر جانا پڑے گا۔ بہرحال کال اٹینڈ تو کرنی تھی۔ میں نے کال ریسیو کر کے کہا، ’جی فرمائیں‘ انہوں نے کچھ گھبرائی ہوئی آواز میں پوچھا، ’آپ کہاں ہیں؟‘ میں نے جواب دیا، ’اور کہاں ہونا ہے۔ آفس میں کام کر رہا ہوں۔ کیوں۔ خیریت تو ہے نہ؟ اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہیں؟ وہ اطمینان کا سانس لیتے ہوئے بولیں، نہیں نہیں۔کوئی خاص بات نہیں۔ وہ ہماری پڑوسن ہے نہ گلابو۔ وہ کسی کے ساتھ بھاگ گئی ہے۔ تو بس ایسے ہی آپ کو فون کر لیا۔کوئی شک وک نہیں کر رہی آپ پر۔ قسم سے۔ بس۔ ایسے ہی بات کرنے کو دل چاہ رہا تھا۔چلیں آپ کام کریں۔

# قندیل شعروسخن لندن فورم کے زیراہتمام

## عظیم الشان عالمی مشاعرہ

## ایک۔۔۔۔یادگارادبی شام عالمی

## شہرت یافتہ معروف ادبی شخصیات۔۔۔۔

### امجدمرزاامجدصاحب اوررانا عبدالرزاق خان صاحب کے نام

**مورخہ 9 جنوری 2020ء بروز جمعرات بوقت: 6:00 pm**

**بمقام: ڈیسا ئڈ ہال OPL Tooting London Aboyn Hall SW17**

ہمارے یہ دونوں معزز مہربان دوست عرصہ دراز سے برطانیہ میں اردو ادب کے فروغ کے لئے بے لوث خدمات انجام دے رہے ہیں معاشرے میں اُخوت بھائی چارے اور امن کو فروغ دے رہے ہیں اور متعدد کتب کے مصنف ہیں۔ اُنکی طویل پر خلوص ادبی خدمات پرانہیں ''قندیل انٹرنیشنل ادبی ایوارڈیو کے 2020ء'' سے نوازا جائے گا۔ ڈاکٹر سرافتخار احمد ایاز صاحب یہ اعزازات انہیں عطا کریں گے۔ مقامی شعرا کو بھی ایک ایک غزل پڑھنے کی اجازت ہوگی۔ پروگرام کے بعد ڈنر پیش کیا جائے گا۔ آپ اپنے ساتھ اپنے باذوق ادبی دوستوں کو لا سکتے ہیں۔ محترم امام عطاء المجیب راشد صاحب محترم مبارک صدیقی صاحب اور محترم ڈاکٹر سرافتخار ایاز صاحب کو بھی شرکت کی دعوت دی جا رہی ہے۔ ایوب اولیا، منان قدیر منان، شائق نصیر پوری، اسحاق عاجز، محمود علی، ساجد قمر، قدیر کوکب، واحد اللہ جاوید جلید ننکانوی اور مزید کئی شعراء شرکت کریں گے۔

**شائق نصیر پوری صدر کاروانِ شعروادب لندن**

رابطہ نمبر 07556187561۔عاصی صحرائی 07886304637

## چشم براہ:

فضل عمر ڈوگر، محمد خالد شاہد ورک، نعیم گوندل، محمد اختر جہ، سید حسن خان، ، عبدالرحیم احمد، رفیع احمد، وسیم باری، شفیق میر، طارق صفدر، عمر حیات، مبارک جاوید، نعیم بٹ۔ ریاض بھٹی، شفیق سندھی

# پاکستانی فوج ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار اور خونی بھیڑیئے

## حب الوطنو! سوچو ذرا!

رانا
عبدالرزاق
خاں لندن

روس کے ٹوٹنے کے بعد جب روسی انٹیلی جنس کے کرنل ڈین سے پوچھا گیا کہ اتنا مضبوط ہونے کے باجود روس آخر کیسے ٹوٹ گیا۔ کرنل ڈین نے جو کہا وہ تاریخ کا حصہ بن گیا...کرنل ڈین کی باتوں کا خلاصہ یہ تھا۔ کوئی ملک اس وقت تک نہیں ٹوٹ سکتا، جب تک اس کے ادارے تباہ، بیوروکریٹ کرپٹ، نظریات کھوکھلے، حکمران خود غرض اور فوج کمزور نا کر دی جائیں۔ فوج کسی ملک کے دفاع کی آخری امید ہوتی ہے اور فوج اس وقت تک شکست نہیں کھاتی جب تک اس کی قوم شکست تسلیم نہیں کر جاتی۔ قوم اس وقت تک شکست تسلیم نہیں کرتی جب تک اس کے نظریات کمزور نہیں کر دیئے جاتے۔ نظریات اس وقت تک کمزور نہیں ہوتے جب تک کسی قوم کے ادارے تباہ نہ کر دیئے جائیں۔ ادارے تباہ اس وقت تک نہیں ہوتے جب تک اس ملک کو چلانے والے بیوروکریٹ کرپٹ نہ کر دیئے جائیں۔۔۔اور یہ سارا کام تب ہوتا ہے جب ایک خود غرض حکمران کسی ملک پر مسلط نا کر دیا جائے۔ جب یہ سارے کام ہو جائیں تو پھر آخری کام اس ملک کی فوج کو کمزور کرنا ہوتا ہے اور اگر فوج کمزور ہو جائے تو پھر ہفتوں، مہینوں کے اندر اندر ملک تباہی کے دہانے پر کھڑا کر دیا جاتا ہے۔۔۔میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں کہ ہماری قوم افغان جنگ کے دوران ہمارا ساتھ چھوڑ گئی تھی۔ ہمارے بیوروکریٹ قوم کی اُمیدیں پوری کرنے کی بجائے اپنی جیبیں بڑھنا شروع ہو گئے تھے۔ ہمارے ادارے ایک سازش کے تحت تباہ کر دیئے گے اور یہ سب کچھ ہمارے حکمرانوں کی سرپرستی میں ہوا۔ ہم نے افغان جنگ کے دوسرے سال ہی اپنی حکومت کو بتا دیا تھا کہ ہم یہ جنگ اتنی آسانی سے نہیں جیت سکتے وجہ یہ ہے کہ اگر افغانی مجاہدین کے ایک دن میں ہزار جنگجو بھی مر جاتے تو پھر بھی ان کے حوصلوں میں پستی نہیں آتی تھی۔ مگر دوسری طرف اگر روس کے پچاس فوجی بھی ہلاک ہو جاتے تو یہاں مظاہرے شروع ہو جاتے تھے۔ فوج کے خلاف ہرزہ سرائی کی جاتی تھی۔ تو پھر فوج ان حالات میں کیسے لڑ سکتی تھی جب اداروں کی تباہی کی وجہ سے تنخواہیں نا مل رہی ہوں۔ جب قوم ہی اپنی فوج کی مخالفت کر رہی ہو تو پھر قوم کی مدد کے بغیر فوج کب تک لڑتی۔؟ ان سب حالات کی وجہ سے روس کا ٹوٹنا لازمی ہو چکا تھا۔ چاہے آپ اسے پاکستانی آئی ایس آئی کی کامیابی کہیں یا امریکن سی آئی اے کی مگر سچ یہی ہے کہ روس کو توڑنے میں اصل کردار روسی اداروں اور روسی عوام کا تھا۔ یہ کرنل ڈین کے خیالات تھے جو سویت یونین کے ٹوٹنے کے بعد مختلف اخباروں میں شائع ہوئے۔ کہا جاتا ہے روس کا موجودہ صدر ولادی میر پیوٹن بھی انہی خیالات سے متاثر ہو کر سیاست میں آیا۔ پیوٹن افغان روس جنگ کے دوران روسی انٹیلی جنس ایجنسی ''کے جی بی'' کا ایجنٹ تھا۔ جو بعد میں سیاست میں آیا...یہ ساری باتیں بتانے کا مقصد صرف ایک ہے کہ آپ پاکستان کے ماضی پر نظر دوڑائیں۔۔۔کس طرح سازش کے تحت ہمارے ادارے تباہ کئے گئے۔ مشرف دور میں ایک ارب سالانہ منافع کما کر دینے والی سٹیل مل اچانک زرداری دور میں گھاٹے میں چلی گئی اور پھر اسے وہ نواز شریف بھی جان بوجھ کر ٹھیک نا کر سکا جس کی اپنی سٹیل ملیں اربوں روپیہ منافع کما رہی تھی۔ جب ایک ہی وقت میں شاہد خاقان کی ذاتی ائیر بلیو منافع کمائے مگر شاہد خاقان کے وزیر اعظم ہونے کے باوجود بھی پاکستان کی پی آئی اے گھاٹے میں جائے تو سمجھ لیجئے ادارے تباہ کیسے کیے جاتے ہیں۔ کس طرح بیوروکریٹ کو کرپٹ کیا گیا، پاکستانی قوم کے نظریات کو بدلنے کے لیے بیکن ہاؤس اور ایجوکیٹر جیسے اینٹی پاکستان اداروں کو کھلی چھٹی دی گئی۔ پاکستان کے خلاف وہ سارے کام ہو چکے تھے جو کسی ملک کو تباہ کرنے کے لئے کیے جاتے ہیں۔ دشمن صرف ایک کام نہیں کر سکا...اور وہ تھا پاکستانی قوم کو اپنی فوج کے خلاف کھڑے کر دینا...یہ سچ ہے کہ دہشتگردی کی خونی لڑائی میں فوج بڑی بے جگری کے ساتھ لڑی ہے۔ مگر یہ بھی تو سچ ہے قوم اس جنگ میں فوج کے شانہ بشانہ کھڑی رہی...اس کا سب بہترین مظاہرہ میں نے سوات میں ایک شہید فوجی کے جنازے پر دیکھا۔ یہ میری زندگی کا پہلا جنازہ تھا جس میں کلمہ شہادت کے ساتھ ساتھ پاکستان زندہ باد کے نعرے بھی لگائے گے اور یہ نعرے لگانے والے بھی وہاں کے مقامی لوگ تھے۔ آپ چاہے لاکھ اختلافات کریں مگر حقیقت یہی ہے کہ پاکستان کی دونوں بڑی سرحدوں کے دونوں جانب خونی

درندے آپ کو نوچنے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ان خونی درندوں کے رستے میں صرف ایک دیوار حائل ہے اور وہ ہے آپ کی فوج...اس دیوار (سیدی) کو گرنے مت دینا۔ یہ دیوار صرف آپ کی دعاؤں اور جذبوں سے کھڑی ہے۔خدانخواستہ اگر یہ دیوار گر گئی تو یہ خونی بھیڑیے آپ کی آنتوں تک کو نوچ ڈالیں گے۔ پاکستان کے ادارے مسلمانوں کے نیک عمل کی وجہ سے طشت از بام ہو چکے۔سب اداروں کو کرپشن کی دیمک چاٹ چکی۔علمائے سُو کے کردار اور تربیت نے ساری قوم کو مثل بنی اسرائیل بنا دیا ہے۔تم مسلماں ہو کہ جن کو دیکھ کر شرمائیں یہود۔

یہ خونخوار بھیڑیے کئی قسم کے ہیں، یہ مذہبی عناصر ہیں جو مذہب کے نام پر قوم کو یرغمال کرنے کو ہیں، یہ وہ خونخوار بھیڑیے ہیں جو کانگرسی نمک خوار ہیں، گاندھی اور باچا خان کے غلام ہیں، پنجابی کے دشمن اور پاکستان کے منکر ہیں ۔اگر عراق کی طرح یہ فوجی دیوار گرانے میں ناکام ہو گئے تو تمہاری داستاں بھی نہ ہوگی داستانوں میں۔سقوطِ بغدار اور سقوط ڈھاکہ کا منظر تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔اس ناہنجار جمعراتی ملاں کو ضیاءالحق کے زمانے سے شکم پری ملی ہے اس نے اپنا کردار یزیدی بنالیا ہے۔یہ ہر حسین کو شہید کرنے کے درپے ہے۔ جہالت نے قوم کو زخمی کر دیا ہے۔کچھ اس کے گندے اعمال اس کی شامت کے آئینہ دار ہیں۔ دولت کی فراوانی نے مسلمانوں کا قبلہ تک تبدیل کر دیا ہے۔رائے ونڈ اور دیوبند، بریلی نے تو صرف مسلمانوں کا راستہ ہی ٹیڑھا کیا تھا۔قوموں کی تباہی بتدریج ہوا کرتی ہے۔اب یہ قوم ہندو نواز ہو چکی ۔ خدا ہی اس قوم کو بچائے تو بچائے ورنہ اس کے کرتوت تو بہت ہی بھیانک ہیں۔

***

# کیا نوجوت سنگھ سدھو قادیانی ہے؟

تحریر۔اصغر علی بھٹی، نائیجر مغربی افریقہ

ہمارے گاؤں کے چوکوں چوپالوں میں جب یار دوست تاروں کی چھاؤں میں مل بیٹھتے ہیں تو غم جاناں غم زندگی اور غم حالات کی بلاؤں سے پیچھا چھڑانے کے لئے ہنسی مذاق جگتوں اور لطیفوں کی دنیا میں کھو جاتے ہیں۔ عموماً ان لطیفوں میں سکھوں جولاہوں اور مولویوں کو تختۂ مشق بنا کر لطیفوں میں مزاح کا رنگ بھرا جاتا ہے۔

بڑے بزرگ بار بار سمجھاتے بھی ہیں کہ بیٹا ایک تو یاروں دوستوں کے ساتھ ہنسنا چاہئے ناں کہ کسی کے اوپر ہنسنا۔ یہ بری بات ہے اسی طرح سے کوئی پیشہ کوئی کام برا نہیں ہے اور حقیر نہیں ہے اس لئے کسی پیشے کے لطیفے بنانا اور اس سے ٹھٹھے کرنا نہائیت نامناسب بات ہے۔ یہ وہ نصیحت ہوتی ہے جو ایسی محفلوں سے لوٹنے والے نوجوانوں کو گھر میں داخل ہوتے ہی باپ یا باپ کے باپ سے سننا پڑتی ہے مگر ان دیہاتوں اور ان کے باسیوں کی زندگی ایسی ہی اور ایسی ہی پٹڑی پر صدیوں سیرواں دواں ہے۔آج افریقہ کے دور دست صحرائی گوشے میں بیٹھے، یہ ماضی کی گلیاں اور بچپن کی ہنسیاں مولانا غفور حیدری صاحب کو سن کر یاد آ گئیں۔ سنا ہے کہ مولانا غفور حیدری صاحب جو ابھی تازہ تازہ کنٹینر سے اتر کر پلان بی کے بعد پلان tea سے لطف اندوز ہو رہے تھے چنانچہ اس سرور میں انہوں نے جناب نوجوت سنگھ سدھو صاحب کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار کر دیا اب یہ نہیں معلوم آپ اس جولاہے اور مولوی والے لطیفی کردار کا غصہ اتار رہے تھے یا عمران خان صاحب کو تاریخ مذاہب پر لیکچر دے رہے تھے تاہم آپ نے معاشرتی علوم میں بذریعہ مذہبی سرنگ داخل ہوتے ہوئے یہ اعلان فرما دیا ہے کہ نوجوت سنگھ سدھو قادیانی ہے۔اب سوشل میڈیا اور فیس بک کے چوکوں چوراہوں پر بیٹھے لڑکے بالی مولوی صاحب کے سکھ پر لطیفے اور جگت پر حیران ہیں اور اس سنگم پر نئی داستانیں اور نئے نئے لطیفے اختراع کرنے لگ گئے ہیں خیر یہ تو مولوی غفور حیدری صاحب جانیں اور نوجوت سنگھ سدھو صاحب جانیں کہ وہ اس دار فنطنی سے کیسے عہدہ برا ہوتے ہیں مجھے تو اس موقعہ پر جناب ثاقب زیروی صاحب ایڈیٹر لاہور کی

ایک پھلجڑی یاد آ رہی ہے۔ ہوا یوں کہ 1984 کے بدنام زمانہ آرڈیننس 298 سی کے بارہ میں عموماً یہ خبر تھی کہ اس کی ڈرافٹنگ میں محترم جسٹس جاوید اقبال صاحب فرزند علامہ اقبال اور ضیاء الحق کے دوست جناب زیڈ اے سلہری صاحب کا ہاتھ ہے۔ زیڈ اے سلہری صاحب قادیان میں پیدا ہوئے تھے ان کا سارا خاندان قادیان کا رہائشی تھا اب جناب ثاقب زیروی صاحب کو یہ بات معلوم تھی۔ معلوم کیا تھی وہ ان کے سارے خاندان کو جانتے تھے۔ آپ نیلاہور رسالہ میں یہ انکشاف کر دیا کہ زیڈ اے سلہری قادیانی ہے۔ اب جناب زیڈ اے سلہری صاحب کی تو جان پر بن آئی۔ حسب معمول منظور وٹو صاحب کی طرح مغلظات و بول براز سے لتھڑا بیان جاری کر دیا اور ساتھ آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ کیا کچھ کہا ہوگا اور قادیانی ہونے سے انکار کر دیا۔ جناب ثاقب صاحب کہاں بات چھوڑنے والے تھے انہوں نے جواباً ثابت کیا کہ آپ قادیانی ہوا اور پھر بتایا کہ جو جس شہر میں رہتا ہے۔ پیدا ہوتا ہے اسی نسبت سے لاہوری پشاوری گجراتی وغیرہ قرار دیا جاتا ہے تم قادیان کیہو اس لئے تم قادیانی ہو۔ بات خیر لمبی چلی نہ زیڈ اے سلہری مانے کہ وہ قادیانی ہیں اور نہ جناب ثاقب صاحب نے دلائل دینے بند کئے۔ آج سوچتا ہوں کہ آج کے مولوی صاحب اتنے غصیلے اور ہٹیلے کیوں بن گئے ہیں اور بقول مفتی ابو عکاشہ رحمٰن صاحب ''غصہ نفرت، جوش انتقام، اورحرص وہوس میں سے کوئی سا بھی جذبہ اپنی شدت اور وسعت کے ساتھ انسان پر طاری ہوجاتا ہے تو عقل وہوش اور احساس ورجان اور بصیرت و بصارت سب ماؤف ہوجاتے ہیں اور اس سے وہ حرکات سرزد ہوجاتی ہیں جن کا ارتکاب وہ عام حالات میں ہرگز نہ کرتا۔ اس طرح مفتیان کرام کے دل و دماغ پر چھائی ہوئی بغض وعناد کی کہر نے ان کی ساری علمیت اور بصیرت ودانائی کو مغلوب کر دیا ہے''

(تاریخ کے قاتل ص488 مصنفہ ابوعکاشہ رحمٰن فرید بک ڈپو دہلی)

کتنی سادہ سی بات چوہدری شجاعت صاحب کا خاندان گجرات کی نسبت سے گجراتی معروف ہے تو مولوی احمد علی صاحب لاہور میں رہنے کے باعث احمد علی لاہوری کے نام سے مشہور ہیں۔ اور یہ تو سب جانتے ہیں کہ قادیان ایک بڑا قصبہ ہے اور اس میں احمدی مسلمان بھی ہیں اور غیر احمدی مسلمان بھی۔ سکھ بھی ہیں اور ہندو بھی۔ مشرک بھی ہیں اور عیسائی بھی۔ اس لحاظ سے بہت سے سکھ بھائی قادیانی ہیں لیکن سدھو صاحب پھر بھی قادیانی نہیں قرار دیئے جاسکتے کیونکہ وہ پٹیالوی ہیں جہاں وہ 20 اکتوبر 1963 میں پیدا ہوئے۔ پھر اگر مولوی صاحبان کا فارمولہ مان لیا جائے کہ جماعت احمدیہ کے بانی کا تعلق قادیان سے ہے اس لئے ہر احمدی خواہ کسی بھی ملک کا اور کسی بھی شہر کا ہو خواہ افریقہ کا ہو یا آسٹریلیا کا قادیانی ہے یعنی شہر کی بناء پر عقیدوں کی نسبت رکھی جائے گی چلیں اگر یہ فارمولہ مان لیں تو پھر اس کو اپلائی کر کے دیکھتے ہیں مثلاً پاکستانی سٹیج ڈراموں کی مشہور ڈانسر نرگس صاحبہ کا نام نرگس مکی ہوگا تو پشتو فحش فلموں کی ہیروئین رہنے والی اداکارہ مسرت شاہین کا نام مسرت شاہین مدنی ہوجائے گا۔ اور تو اور پورنو فلموں میں کام کرنے والی مسلمان ایکٹریس یا خلیفہ کا نام پھر کیا ہوگا؟ جناب غفور حیدری صاحب نوجوت سنگھ سدھو کی کھری بات ہضم نہیں ہو رہی تو اپنے ہاضمے اور...کا علاج کروایئے ورنہ ایسے بیان دینے سے آپ کے لطیفے تو بنیں گے جماعت احمدیہ کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

# افسانچے

محمد ارشد صدیقی (مہاراشٹر انڈیا)

✿ کمائی۔ آپ کے زندگی کی کمائی...میری نیک اور صالح اولادیں...!

✿ دین۔ آپ کو پہلی، دوسری تیسری لڑکی ہی پیدا ہوئی ہے۔ اور اب چوتھی بھی ...بھئی! یہ تو خدا کی دین ہے۔۔۔!!

✿ صاحبِ اولاد۔ زاہد کو پندرہ برسوں بعد ایک خوبصورت لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ وہ بہت خوش تھا...کیوں کہ...آج وہ صاحبِ اولاد ہوگیا تھا...!!

✿ کنیا ہتیا کانڈ (بچیوں کا قتل) ''بیٹا تم پڑھ لکھ کر کیا بننا چاہتے ہو؟'' ''پاپا میں ڈاکٹر نہیں بننا چاہتا۔'' ''کیوں...'' ''میں ڈاکٹر بن کر کنیا ہتیا کانڈ نہیں کرنا چاہتا۔''

✿ دو بوند۔ سہیل کی شادی کے تقریباً دس بارہ برسوں بعد منت مرادوں اور علاج معالجہ کے بعد ایک خوبصورت لڑکا تولد ہوا تھا۔ لیکن اس کے دونوں پیر مفلوج تھے۔ وہ سوچنے لگا۔ کہ کاش اگر وہ اسے زندگی کے دو بوند پلا دیتا تو آج اس کی یہ درگت نہ ہوتی...!!

✿ ترجیح۔ تم۔ میرے ساتھ رہو یا پھر ماں کے۔ اس نے بیوی کو ترجیح دی...!!

✿ محروم۔ ایک خدا۔ ایک نبیؐ۔ ایک قرآن پھر بھی۔۔قوم قیادت سے محروم...!!

***

# شفیق مراد جرمنی

ہماری عوام کوشعور نہیں کہ باہمی اُخوت کیا ہے اور ہمیں دوسری قوموں کے ساتھ کیسے پیش آنا ہے ہم یہ توقع کرتے ہیں کہ دیگر مذاہب کے لوگ ہماری عزت کریں ہمارا احترام کریں۔ میں جرمنی میں تیس سال سے رہا ہوں یہ لوگ مسلمانوں کے تہواروں کا بھی احترام کرتے ہیں بچوں کو سکولوں سے چھٹی دیتے ہیں انہوں نے مسجد بنانے کی بھی اجازت دی ہوئی ہے اور ان کے سیاستدان اور اس شہر کی انتظامیہ ان مساجد کے تہواروں، سنگ بنیاد اور مساجد کے افتتاحی تقاریب میں شرکت کرتی ہے اور اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیتی ہے یہ کافر لوگ ہیں لیکن ان کی اچھی بات مومن کی میراث ہے اچھی بات کسی سے بھی ملے اس سے سیکھنا چاہیے اسے حاصل کر لینا چاہیے یہ تو کافر لوگ جو ہے یہاں اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیتے ہیں اور شہروں میں تمام مذاہب کے ساتھ مل جل کر عزت واحترام کے ساتھ رہتے ہیں اور ہر ایک کو اس کے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے اور اس کے مذہب کے مطابق تہوار منانے کی بھی اجازت دیتے ہیں۔

ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ حکمت کی بات مومن کی گمشدہ چیز ہے۔ جہاں سے بھی ملے اسے حاصل کرلو۔ تو یہ حکمت کی بات کافروں کے پاس ہے جو ہماری گمشدہ ہے ہم ان سے آج واپس لیتے ہیں اور ہم بھی اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیتے ہوئے سکھوں کو اور پاکستان میں عیسائیوں اور دیگر مذاہب کو ان کے تہواروں پر ان کی خوشیوں پر ہم بھی احسن طریقہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہیں۔ اگر ممکن ہو ہو تو ایسے پیغامات دینے چاہیے کیوں لوگوں کو احساس ہو کہ یہ ان کا ملک ہے۔ معاشرے میں باہمی اخوت اور محبت کی فضا پیدا ہوتی ہے اور ایک پر امن معاشرہ تشکیل پاتا ہے ابھی جرمنی کے شہر فرینکفرٹ میں عیدمیلاد النبی کا جلوس نکالا گیا اور مقامی انتظامیہ نے مکمل تعاون کیا یہاں پر جلوس نکالنے کے لئے پہلے انتظامیہ سے اجازت لینی پڑتی ہے انہوں نے باقاعدہ اجازت دی جس جگہ سے جلوس شروع ہونا تھا اور جہاں پر ختم ہونا تھا اس راستے کی ٹریفک کو بلاک کیا گیا اور پولیس کی نگرانی میں اور اس جلوس میں چلا۔ اور لوگ سب ساتھ ساتھ اس جلوس کے تھے پولیس انتظامی اُمور کے لیے ہمیشہ ساتھ ہوتی ہے اور دیگر جو لوگ تھے جو جرمن تھے جو عیسائی تھے جو کافر ہیں ان میں سے بعض لوگ شامل ہوئے اور جب انہوں نے پوچھا کہ یہ کس چیز کا جلوس ہے اور انہیں بتایا گیا تو انہوں نے بھی مبارکباد پیش کی۔ جب تک یہ جلوس چلتا رہا جو کہ کم از کم تین گھنٹے کا تھا ٹریفک کا نظام اس جگہ پر پر معطل رہا اور کسی نے برا بھلا نہیں کہا ہاں کسی نے گالی نہیں دی کہ یہ لوگ سڑک کو بند کر کے ہمیں ڈسٹرب کر رہے ہیں کیا ہمارے میں یہ ہے کہ پاکستان کے مال روڈ پر عیسائی جلوس نکالے اور ہم خندہ پیشانی سے اس کو قبول کریں۔ یہ وہ نمونہ ہے جو ہمیں ان لوگوں کو پیش کرنا چاہیے تھا۔

**جاتی عمرہ کے بننے کی داستان بھی دردناک ہے**

**پہلے یہ سارا علاقہ کئی دیہات پر مشتمل ایک زرعی علاقہ تھا میاں شریف کو پسند آ گیا۔**

1998 یہ ن لیگ کا دور حکومت تھا۔ محکمہ انہار کو حکم دیا گیا کہ نہر کے کنارے پختہ کر کے سارے موگے بند کر دیئے جائیں۔ اس سارے علاقے کا نہری پانی یکدم بند کر دیا گیا جس سے اس علاقے کی فصلیں خشک ہوگئیں۔ کسانوں نے احتجاج کیا تو پولیس کو احکامات دیئے گئے کہ سب کو پکڑ لو اور ان کے خلاف پرچے کاٹ کر گرفتاریاں ڈال دو۔ پولیس نے میاں شریف کے احکامات پر ان کسانوں پر تباہ کن تشدد کیا اور رہائی کے عوض ان کی زمینیں ہتیا لیں۔ کسی کو اونے پونے اور کسی کو کچھ بھی نہ ملا۔ یہ ٹوٹل کم وبیش ایک لاکھ ایکڑ جگہ پر شریف فیملی قابض ہوگئی۔ بعد میں اس کو شہباز شریف کا کیمپ آفس ڈیکلئیر کر کے سرکاری اخراجات سے اسکی ڈیویلپمینٹ کی گئی۔ نہر کو انگلش طرز تعمیر کے انداز میں دوبارہ سجایا گیا اور بڑے پیمانے پر لینڈ اسکیپنگ کی گئی۔ اندر بہت سی پختہ اعلیٰ معیار کی سڑکیں بنائی گئیں۔ پھر ایل ڈی اے کو حکم دیا گیا کہ جوبلی ٹاؤن بنایا جائے اور اس کے لئے جگہ میاں شریف نے فراہم کی۔ اور اونے پونے زبردستی ہتھیائی گئی جگہ مرلوں کے حساب سے ایل ڈی اے کو بیچ کر دولت کا انبار لگا لیا۔ یہ کام اچھا لگا

تو ملک ریاض کو بھی ایک قطعہ اراضی بحریہ ٹاؤن کے بنانے کے لئے دے کر مزید دولت اکٹھی کر لی۔ اب بکتے بکتے آخر میں بھی 2550 ایکڑ بمطابق کاغذات کا جاتی عمرہ موجود ہے جو اقبال ٹاؤن بر مشتمل 1600 ایکڑ سے بڑا اور جوہر ٹاؤن 3200 ایکڑ سے چھوٹا ہے۔ 2008 میں پنجاب حکومت دوبارہ ملتے ھی پھر جاتی عمرہ کو کیمپ آفس ڈیکلیئر کر کے سرکاری اخراجات پر اس کو شداد کے مقابلے پر جنت ارضی بنانے کا کام زور وشور سے شروع ہو گیا۔ اس دفعہ تو سارے جاتی عمرہ کے اردگرد بمب پروف کنکریٹ وال بنائی گئی جس کا بجٹ آج تک کسی کو معلوم نہیں۔ شاید اسکی مالیت ایک ارب سے بھی زائد ہے۔ لیکن درست اعداد وشمار دستیاب نہیں ھیں۔ اس لئے حتمی طور پر کچھ بھی اندازہ لگانا ممکن نہیں لیکن اس جاتی عمرہ کی زمین خریدنے اور اسکی عظیم الشان ڈیویلپمنٹ پر شریف فیملی کی اپنی دولت کا کوئی استعمال ھونے کا ثبوت دستیاب نہیں۔ اگر اراضی مذکورہ کے سابقہ مالکان کے انٹرویو لئے جائیں تو مزید چشم کشا حقائق مل سکتے ہیں۔ درحقیقت یہ تمام پراپرٹی پاکستانی عوام کا چوسا ہوا خون ہے۔ اصل حقائق...(بازبان ہمارے دوست طاہر مجید صاحب)

Tahir Majeed

1۔ تمام سرکاری راستے جو انگریز دور سے منظور شدہ تھے بند کر دیے گئے۔ یہ ناقابل ضمانت جرم ہے۔

2۔ تمام موگہ جات جو اس ہزاروں ایکڑ رقبہ کو سیراب کرتے تھے منہدم کر دیئے گئے اور زمیندار سوائے احتجاج اور پولیس سے چھتر کھانے کے کچھ بھی نا کر سکے۔

3۔ اس قبضہ کی گئی آراضی پر سندر سٹیٹ کے نام پر انڈسٹریل زون بنایا گیا جس کا 90 فیصد قبضہ حمزہ شہباز کے پاس تھا۔

4۔ جوبلی ٹاؤن کی آراضی صرف شریف خاندان کے زیر قبضہ تھی مگر اس کا کوئی ریوینو ریکارڈ موجود نہیں۔ جو بھی ریکارڈ موجود تھا اس کو ایل ڈی اے کی بلڈنگ میں آتشزدگی کے دوران جلا دیا گیا۔ اور نئے سرے سے تمام آراضی کا شریف خاندان کے نام پٹہ ملکیت تیار کروایا گیا۔

5۔ بحریہ ٹاؤن کو ابتدائی طور پر 300 ایکڑ اراضی حمزہ نے مہیا کی اور اس کے بعد تمام زمینوں کا پانی اور راستہ بند کر دیا گیا۔ اور تمام لوگ اپنی زمینیں اونے پونے داموں بحریہ کو بیچ گئے۔ اس میں میرا ایک ایکڑ بھی شامل ہے جو ابھی تک stay order پر میری ملکیتی ہے۔

***

# جستہ جستہ

عطاء القادر طاہر

## جاپانی تربیت قوم

1- جاپان میں پہلی جماعت سے لیکر سے تیسری جماعت تک بچوں کو ایک ایسا سبجیکٹ بھی پڑھاتے ہیں جس میں انہیں روزمرّہ کے معاملات اور لوگوں کے ساتھ برتاؤ کی اخلاقیات کے بارے میں سمجھایا اور بتایا جاتا ہے۔

2- جاپان میں پہلی جماعت سے تیسری تک بچوں کو فیل کرنے کا کوئی تصور نہیں ہے۔ کیونکہ ان چھوٹے بچوں کی تعلیم کا مقصد ان کی تربیت اور ان کی شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے نا کہ ان کو تلقین اور روایتی تعلیم۔

3- چہ جائکہ جاپانی دنیا کی امیر ترین قوموں میں شمار ہوتے ہیں مگر ان کے گھر میں کام کاج کیلئے نوکر اور خادم کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔ ماں باپ ہی بچوں اور گھر کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

4- جاپانی بچے روزانہ اپنے اساتذہ کے ساتھ ملک 15 منٹ کیلئے اپنے سکول کی جھاڑ پھونک اور صفائی ستھرائی کرتے ہیں، اس مشق کا مقصد انہیں اخلاقی طور پر متواضع بنانا اور عملی طور پر صفائی پسند بنانا ہوتا ہے۔

5- جاپان میں ہر بچہ اپنے دانت صاف کرنے والا برش بھی سکول ساتھ لیکر جاتا ہے، سکول میں کھانے پینے کے بعد ان سے دانت صاف کرائے جاتے ہیں، اپنے بچپن سے ہی ان کو اپنی صحت کا خیال رکھنے والا بنایا جاتا ہے۔

6- سکولوں میں اساتذہ اور منتظمین کھانے کا معیار جانچنے اور بچوں کی سلامتی کو یقینی بنانے کیلئے طلباء سے آدھا گھنٹہ پہلے کھانا کھاتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہی بچے ہی جاپان کا مستقبل ہیں اور ان کی حفاظت کا یقینی بنایا جانا کتنا اہم ہے۔

7- جاپان میں صفائی کا کام کرنے والے کو ایک خاص نام سے پکارا جاتا ہے جس کا مطلب ہیلتھ انجینئر بنتا ہے۔ اس کی تنخواہ امریکی ڈالر میں 5000 سے 8000 کے درمیان رہتی ہے۔ اس ملازمت کیلئے اُمیدوار باقاعدہ زبانی اور تحریری امتحان پاس کرتے ہیں۔

8- جاپان میں گاڑیوں، ریسٹورنٹس اور بند مقامات پر موبائل استعمال نہیں کیا جاتا۔ جاپان میں سائلنٹ موڈ پر لگے موبائل کو ایک خاص نام دیا جاتا

ہے جس کا مطلب اخلاق پر لگا ہونا بنتا ہے۔

9- جاپان میں اگر آپ کسی کھلی دعوت یا بوفیہ ڈنر پر چلے جائیں وہاں پر بھی یہی دیکھیں گے کہ لوگ اپنی پلیٹوں میں ضرورت کے مطابق ہی کھانا ڈالتے ہیں۔ پلیٹوں میں کھانا بچا چھوڑنا جاپانیوں کی عادت نہیں ہے۔

10- جاپان میں سال بھر گاڑیوں کی اوسط تاخیر 7 سیکنڈ تک ہوتی ہے۔ جاپانی وقت کے قدردان لوگ ہیں اور منٹوں سیکنڈوں کی بھی قیمت جانتے ہیں.....

11- بہت خوب لیکن ایک ضروری بات وہ یہ کہ •• جاپانی امیر نہیں ہیں •• دنیا کے 100 امیر لوگوں میں ایک بھی جاپانی نہیں ہے •• زندگی بہت سمپل ہے •• اور ٹیلی فون سائلنٹ موڈ جس کو جاپانی میں Manner mode کہتے ہیں اور ہمارے ہاں بائیک کا سائیلنسر بھی منہ پھٹ کرواتے ہیں نوجوان تاکہ بساط بھر مزید شور پیدا کر سکیں۔منقول

## مزاح

73 فرقوں میں سے ایک فرقہ جنت جائیگا۔باقی 72 فرقے پاکستان میں ہی رہیں گے۔☆ کوئی مائی کا لال دلوں سے نواز شریف کی محبت ختم نہیں کر سکتا۔ یہ صرف تعلیم کر سکتی ہے۔☆ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ صبح جلدی اُٹھنے سے عمر بڑھتی ہے۔مرغا سب سے پہلے اُٹھتا ہے اور شام کو کڑاہی میں سب سے پہلے چڑھتا ہے۔اس لئے وہم چھوڑو اور آرام سے اُٹھا کرو۔☆ ہم وہ لوگ ہیں جو دیوار پہ لکھ دیتے ہیں۔ دیوار پر لکھنا منع ہے"۔☆ دولڑنے والوں کے درمیان صلح نہ کرا سکو تو کم از کم نیچے بیٹھ جایا کرو تاکہ دوسرے لوگ بھی انجوائے کر سکیں۔☆ پاکستانی بیوی اور پاکستانی پولیس ایک ہی سوال کرتی ہے۔کہاں سے آرہے ہو؟"

☆ صبح صبح بیگم اچانک بولیں:"اجی سنیئے! آخر آپ 'دوسری' کیوں نہیں کر لیتے؟" چند لمحے تو ہمیں کچھ سمجھ میں ہی نہیں آیا...پھر دماغ نے کسی شرابی کی طرح لڑکھڑاتے ہوئے ان جادو بھرے الفاظ کو ڈی کوڈ کیا تو......ہم جہاں تھے، وہیں کھڑے کے کھڑے رہ گئے...... گویا بینگ ہو گئے......کسی بھی "بیگم" کا اتنا مسکراتے ہوئے، بل کھاتے ہوئے 'دوسری' کی اجازت دینا...... بلکہ ایک طرح خواہش کا اظہار کرنا...... یا اللہ یہ تو کمال ہو گیا! ہم حیرت سے گنگ سوچ رہے تھے......اگلے ہی لمحے ہم نے حیرت کو.. پرے جھٹکا اور خوشی سے ہمارا چہرہ گلاب کی طرح کھل اُٹھا چہار اطراف جیسے سینکڑوں شہنائیاں سی بجنے لگیں ...... در و دیوار سہرہ پہنے دکھائی دینے لگے......من میں ہزاروں کلیاں کھل اٹھیں......اور ہم کسی بچے کی طرح مسرت سے کلکاری مار کر ہنس پڑے۔۔ ہمارے نکلتے دانت دیکھ کر وہ ٹھٹکیں اور فوراً ہی اپنی بیگمانہ ذہانت سے گویا بات کی تہہ تک پہنچ گئیں۔فوراً چہک کر بولیں۔"زیادہ دانت نکالنے کی ضرورت نہیں......'دوسری نوکری' کی بات کر رہی ہوں......جس 'دوسری' پر آپ خوش ہو رہے ہیں نا،اس کا تو گلا دبا دوں گی میں۔" یہ سننا تھا کہ ہمارے چہرے کی ہنسی پھدک کر ان کے چہرے پر چلی گئی......اور ہم دوبارہ بینگ ہو گئے......اب وہ کسی بے رحم سفاک صیاد کی طرح فاتحانہ انداز میں ہمیں مسکراتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔

## زمبابوے کی سپریم کورٹ کے جج کی گاڑی شہر سے دور مضافات میں خراب ہوگئی...

رات کافی ہو چکی تھی جج نے سوچا کہیں پناہ لے لیتے ہیں دور سے ایک جگہ کچا گھر نظر آیا تو وہ وہاں پہنچ گیا۔دروازہ کھٹکھٹانے پر ایک خوبصورت اور جوان عورت نے دروازہ کھول کر پوچھا جی کون ہیں آپ اور کیا چاہیئے۔جج نے بتایا میری گاڑی خراب ہوگئی ہے رات گزارنے کیلیئے جگہ چاہیئے۔عورت نے کہا میرا شوہر وزیراعظم کے جلسوں میں نعرے لگاتا ہے اور آج ایک جلسے پر دوسرے شہر گیا ہے میں اکیلی ہوں کیسے کسی اجنبی پر اعتبار کروں۔جج نے کہا دیکھو میں سپریم کورٹ کا جج ہوں کوئی ایسا ویسا عام بندہ نہیں۔عورت نے کہا اچھا ٹھیک ہے پھر اندر تشریف لے آئیں۔جج صاحب اندر داخل ہوئے تو عورت بولی ہمارے گھر میں ایک ہی کمرہ ہے۔جج صاحب بولے کوئی بات نہیں میں سپریم کورٹ کا جج ہوں گھبراؤ نہیں ہم ایک ہی کمرے میں گزارا کر لیں گے۔کچھ دیر بعد عورت نے کہا ہمارے گھر میں ایک ہی چارپائی ہے اور صرف ایک ہی رضائی ہے۔جج صاحب نے کہا بے فکر رہو ہم دونوں ایک چارپائی اور ایک رضائی میں آرام سے سو جائیں گے گھبراؤ نہیں میں سپریم کورٹ کا جج ہوں۔دونوں ایک ساتھ بڑے آرام سے ساری رات سونے کے بعد صبح اُٹھے تو عورت نے انڈے پراٹھے پکا کر جج صاحب کو کھلائے۔جج صاحب نے کہا اتنے مزیدار انڈے میں نے پہلے کبھی نہیں کھائے کہاں سے لائی ہو یہ انڈے۔

عورت نے کہا میرا چھوٹا سا پولٹری فارم ہے۔میں نے وہاں دیسی مرغے اور مرغیاں پال رکھی ہیں۔جج صاحب نے کہا مجھے اپنا پولٹری فارم

دکھاؤ۔عورت اسے پولٹری فارم میں لے گئی۔وہاں جج نے دیکھا کے مرغیاں دس ہیں اور مرغے بیس اس پر جج نے کہا یہ تو نا انصافی ہے دس مرغیوں کیلئے بیس مرغے؟؟؟عورت نے کہا جج صاحب ان میں تین مرغے ہی کام کے ہیں۔جج نے حیرت سے پوچھا باقی سترہ مرغے کیا کرتے ہیں؟؟؟عورت نے جواب دیا وہ سپریم کورٹ کے جج ہیں!!!

## مسعود چودھری

امکاں کے ہر نشیب میں پایا گیا ہوں میں
شمس و قمر سے اُونچا اڑایا گیا ہوں میں

شرمندہ روشنی سے مری برق کا وقار
سایوں کے ساغروں میں کھٹلایا گیا ہوں میں

مٹی کے پیرہن کو مری ذات سے نمو
پردے میں شاخ گل کی اگایا گیا ہوں میں

چہروں کی دلکشی مری خوشبوئے واردات
زلفوں کے چوکھٹوں میں سجایا گیا ہوں میں

صبحِ ازل سے شامِ ابد میرے چارہ گر
کس تمکنت سے ہوش میں لایا گیا ہوں میں

میرے بدن کی سلوٹیں ہر اِک کتاب میں
اوراقِ زندگی میں دبایا گیا ہوں میں

تصویر میری اس کو بھی شاید پسند تھی
دیوار پر تبھی تو سجایا گیا ہوں میں

حیران ہو رہے ہیں سبھی مجھ کو دیکھ کر
یہ کس کی انجمن میں بلایا گیا ہوں میں

کانٹوں سے بھی رہا ہے تعلق کبھی کبھی
پھولوں کی سیج پر بھی بٹھایا گیا ہوں میں

شائد کوئی عزیز ہے دُشمن بنا ہوا
خوش رنگ منظروں سے ہٹایا گیا ہوں میں

مسعوؔد اور کیا میں حقیقت کروں بیاں
افلاک سے زمیں پہ گرایا گیا ہوں میں

# عبدالسلام کی بچی اور اصل حقیقت

محمد کولمبس خاں ایڈووکیٹ ہمبرگ جرمنی

مورخہ 21 نومبر 2019 کے ''ہم سب''میں محترم ڈاکٹر شیر شاہ سیّد صاحب کا مضمون شائع ہوا ہے۔ راقم ان کے مضامین کا بڑی باقاعدگی سے مطالعہ کرتا ہے جو انسانی زندگی کے تجربات کا عکس ہوتے ہیں۔ان مضامین کے مظلوم کرداروں سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے اور ظالموں کی چیرہ دستیوں سے کراہت ہوتی ہے۔ ان کا مذکورہ بالا مضمون بھی اسی نوعیت کا ہے جس میں پاکستان کے نوبل انعام یافتہ سائینس دان جناب ڈاکٹر عبدالسلام کے اہل خانہ کے نام لے کر تذکرہ کیا گیا ہے اور ان میں سے بعض کی مخالفین جماعت احمدیہ کے ہاتھوں قتل ہونے کی داستان بیان کی گئی ہے۔مضمون کی اصل حقیقت کی طرف آنے سے قبل چند ایک باتیں جو جناب سیّد صاحب جیسے معتبر لکھاری نے جماعت احمدیہ کی بابت بیان کی ہیں۔ان پر تبصرہ بھی ضروری ہے۔انہوں نے لکھا ہے کہ قادیانی چاہے قادیان کے ہوں، ربوہ کے ہوں یا لاہوری گروپ کے،قادیانی ہی ہوتے ہیں۔

اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کہیں اور اپنے شہر کو اسلام آباد کا نام دیں، چلتے پھرتے اسلامی نظر آئیں تو بھی قابل قبول نہیں ہیں۔ انہیں مذہبی فتووں اور پاکستان کے قوانین کے مطابق مسلمان نہیں کہا جاسکتا ہے۔محترم سیّد صاحب نے یہ لکھ کر احمدیوں کے خلاف قانون سازی کا ذکر کر کے ایک قسم کی ہمدردی کے ساتھ اس قانون کو مجبوراً قانون لکھا ہے۔اور اسی بناء پر اپنے خاندان میں کسی احمدی لڑکی کی محبت میں گرفتار ہو کر شادی کے امکان کو رد کیا ہے۔جہاں تک کسی فانی انسان کی ہمدردیوں کا تعلق ہے ان قوانین کو خلافِ آئین۔خلافِ شریعتِ محمدؐیہ جاننے اور سمجھنے کے باوجود احمدی قانون شکنی سے بچتے ہیں اور اپنے اوپر ہونے والے ظلم کے جواب میں معاملہ اپنے خدا پر چھوڑ دیتے ہیں۔اور ایک سو تیس سال کے عرصہ میں خود کسی قسم کا ہنگامہ کیئے بغیر اپنے دشمنوں سے اللہ کے عبرت ناک سلوک کا تجربہ کرنے کے بعد اپنے اس طرزِ عمل کے درست ہونے کی بار بار تصدیق سے اپنی تاریخ کو منور کر رہے ہیں۔دوسری بات سیّد صاحب نے میّنہ راشدہ بنت ڈاکٹر عبدالسلام صاحب سے اس کے احمدی ہونے کی وجہ سے شادی نہ کر سکنے کا معاملہ ہے۔ یہ بات احمدی مخالف طبقہ بہت اچھل اچھل کر بیان کرتا ہے۔جس کی وضاحت ضروری ہے۔جماعت احمدیہ کے نزدیک کسی غیر از جماعت سے شادی کرنے کی ممانعت کی سے شریعت محمدیہؐ کے احکامات کی

خلاف ورزی مقصود نہیں ہے بلکہ یہ مستقبل میں پیدا ہونے والے ممکنہ مسائل سے بچنے کی محض ایک تدبیر ہے۔ اسی طرح کا ایک حکم لمبے عرصہ تک جماعت میں جاری رہا ہے جس کے مطابق رُخصتی کے موقعہ پر مقامی مہمانوں کی خدمت میں طعام پیش کرنا ممنوع تھا۔ اور اس پر عمل نہ کرنے والے کو جماعت سے خارج کر دیا جاتا تھا۔ لڑکی والوں کے لئے یہ ایک بالواسطہ حاکمانہ ریلیف تھی۔ اب حالات بدلنے کے ساتھ اس حکم کو تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اور غریب گھر کی بچیوں کے لئے مریم شادی فنڈ کے ذریعہ مدد کر دی جاتی ہے۔ سیّد صاحب نے ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی مبیّنہ اہلیہ مکرمہ لطف النساء صاحبہ کی طرف منسوب بات جو لکھی ہے کہ ایک رات ان کی بیٹی اور داماد کو گھر میں گھس کر گولی ماردی گئی تھی اور مارنے والوں نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ خاندان میں کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔ گستاخانِ رسول کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے پاکستان میں۔ چُن چُن کر ماریں گے انہیں۔ جہنم پہنچادیں گے ہر اس احمدی کو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے۔ تم لوگوں کے لئے کوئی رحم نہیں ہے کیونکہ تم لوگ ڈنمارک اور یورپ میں بیٹھ کر ہمارے آخری نبیؐ کے کارٹون بنواتے ہو۔ یہ سب ان کی مرتی ہوئی نواسی نے ہسپتال میں سسکیوں اور ہچکیوں کے درمیان بتایا تھا۔ پھر وہ بھی مرگئی تھی دس دنوں کے اندر۔ یہ بات جماعت احمدیہ پر ہونے والے مظالم میں سے ہی ایک کی طرح ہے۔ اور اس تحریر میں جماعت پر غیروں کی طرف سے لگائے جانے والے الزامات جو سوفی صد جھوٹ پر مبنی ہیں۔

ایک غیر جانبدار قاری کے لئے اس کو پڑھ کر احمدیوں کی خاطر کسی قدر ہمدردی اور ظلم کرنے والوں سے نفرت کے جذبات بھی اپنے اندر محسوس کر سکنا ممکن ہے۔ وہ احمدی جن کو اصل بات کا علم نہیں وہ تو اس ظلم کو اپنی ذات پر بھی محسوس کر کے تڑپ سکتے ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ بیان کردہ واقعہ محض ایک افسانہ ہے۔ اگرچہ جماعت احمدیہ پاکستان میں اس سے بھی بڑھ کر ظلموں کا شکار ہے۔ پھر بھی اس افسانے کو اپنی حمایت میں بطور حقیقت بیان کرنا کوئی احمدی جائز نہیں سمجھ سکتا۔ احمدی سچائی کو اپنی جان سے بھی عزیز سمجھتے ہیں اور سچائی پر ہی ان کا جینا اور مرنا ہے۔ محترم سیّد صاحب نے یہ سچائی نما افسانہ تیار کر کے احمدیوں کے دلوں میں اپنی قدر میں قطعاً کوئی اضافہ نہیں کیا ہے۔ کسی بھی احمدی کے دل میں۔ کسی غلط بیانی پر مبنی بیان کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی دنیاوی ہمدردی کیلئے۔ ایک کوڑی کی پرواہ نہیں ہے۔ راقم محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب ابن مکرم چوہدری محمد حسین صاحب اور انکے خاندان سے بخوبی آگاہ ہے۔ مذکورہ ناموں کی خواتین انکے گھر میں نہ تھیں اور نہ ہی کوئی اس قسم کا دہشت گردی کا واقعہ ان کے ہاں ہوا ہے۔

## پروفیسر بیگ احساس کی فکشن میں نمایاں خدمات پر مخدوم ایوارڈ
## تلنگانہ اردو اکیڈیمی کی ایوارڈ تقریب'
## وزرا محمود علی' پی ایشور اور رحیم الدین انصاری کی شرکت

محسن خان حیدرآباد۔ تلنگانہ

تلنگانہ اسٹیٹ اردو اکیڈیمی کے زیر اہتمام مولانا آزاد کی یوم پیدائش کے موقع پر اردو مسکن میں منعقدہ ایک پُر اثر تقریب میں پروفیسر بیگ احساس سابق صدر شعبہ اردو یونیورسٹی آف حیدرآباد کو مخدوم ایوارڈ برائے سال 2016 سے نوازا گیا۔ یہ ایوارڈ ان کی اردو فکشن میں نمایاں خدمات کے اعتراف میں پیش کیا گیا جو مبلغ دو لاکھ روپیوں کے علاوہ توصیفی سند اور مومنٹو پر مشتمل ہے۔ تقریب میں گزشتہ چار سال کے ایوارڈس کی تقسیم عمل میں لائی گئی تھی۔ رحیم الدین انصاری چیر مین تلنگانہ اردو اکیڈیمی نے صدارت کی۔ وزیر داخلہ محمد محمود علی اور پی ایشور وزیر اقلیتی بہبود نے مہمانان خصوصی کی حیثیت سے شرکت کی۔ شاہنواز قاسم آئی پی ایس سکریٹری/ڈائرکٹر اردو اکیڈیمی نے ایوارڈ یافتگان کا تعارف پیش کیا۔ پروفیسر بیگ احساس کا شمار عصر حاضر کے ممتاز افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ ان کے افسانوی مجموعے ''دخمہ'' کو ساہتیہ اکیڈیمی نے ایوارڈ سے نوازا تھا جبکہ جشن ادب دہلی نے بہترین نثر نگار کا ایوارڈ پیش کیا۔ حکومت تلنگانہ نے بھی انہیں بہترین نثر نگار کا ایوارڈ دیا تھا۔ وہ ساہتیہ اکیڈیمی دہلی کی مجلس مشاورت اور کونسل برائے فروغ اردو زبان کی مختلف کمیٹیوں کے رکن بھی رہے۔ ان کی شخصیت اور فن پر ملک اور بیرون ملک کے نمائندہ رسائل نے گوشے شائع کئے۔ ان کے افسانوں کا ترجمہ انگریزی' ہندی اور دوسری زبانوں میں ہو چکا ہے۔ وہ بحیثیت مابعد جدید نقاد بھی اپنی شناخت قائم کر چکے ہیں۔ حیدرآباد سے شائع ہونے والے قدیم رسالے ''سب رس'' کے مدیر بھی ہیں۔ ایوارڈ کے حصول پر پروفیسر محمد ظفر الدین (مانو)' مہتاب قدر (صدر اردو گلبن جدہ)' مکرم نیاز' ڈاکٹر محمد دانش غنی (مہاراشٹرا)' ڈاکٹر رفیعہ سلیم (حیدرآباد سنٹرل یونیورسٹی)' محمد سلیم علیگ (مدیر ادب سلسلہ)' سردار علی (کینڈا)' غوث ارسلان اور محسن خان نے مبارکباد پیش کی ہے۔

***

# نیا ماڈل

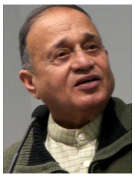

(پنجابی افسانچہ) امجد مرزا امجد

’’توں ہی اس واری پاکستان ہوآویں میری طبیعت وی کجھ چنگی نہیں رہندی تے نالیں دوکان تے وی کم چوکھا ہے۔‘‘نوید نے اپنی بیوی نوں ہولے جیا آکھیا تے انکھاں نیویاں کر کے اپر کمرے چہ چلا گیا۔رخسانہ انہوں بڑے غور نال ویکھ رہی سی تے سوچ رہی سی جے چنگے بھلے نوید نوں ہن ہو کی گیا۔ویاہ نوں پندرہ ورھے ہو گئے سن ۔بچے وی وڈھے ہو گئے خش باش زندگی گزر رہی سی پر اک سال توں انہوں پتہ نہیں کی اُٹھوواں لڑیا جے نہ میرے نال نہ بچیاں نال کوئی پیار دی گل کر دا اے۔سارا دن دوکان تے، راتیں ادھی راتیں آکے کدی روٹی کھادی تے کدی انج ای منہ نویں کیتا اُپر جا ستا۔کئی واری انہوں ڈاکٹر کول جان داوی کہیا پر اوہ ہوں ہاں کہہ کے ٹال دیندا ۔۔۔کل ہی پاکستان توں نوید دے بھائی نے فون کیتا جے ماں بوہت بیمار ہے جے آخری واری ملناای تے چھیتی نال آجا۔۔ پر نوید نوں ذرا وی فکر نہ ہوئی۔سن کے اس دے منہ توں کوئی فکر یا افسوس دی گل تیک نہ نکلی تے اکھاں نیویاں کر کے کہہ دتا۔جے توں ہی ہو آ۔۔۔دوجے روز ہی اوہ ٹکٹ لے آیا جہیڑا رخسانہ دے ناں سی۔۔ایہہ کنج دا بندہ اے جس دی ماں مر رہی ہے تے آپوں جان دی تھاں مینوں بھیج رہیا اے ۔۔رخسانہ نے سوچیا۔۔۔۔نوید! تینوں خود جانا چاہیدا اے۔۔ماں تیری ہے ۔۔تینوں ویکھنا چاہندی اے۔۔توں ستاں سالاں توں پاکستان نہیں گیا۔۔اوہ کی سوچن گے جے میں تینوں نہیں جان دیندی۔۔توں جاتے ماں نوں مل اگر انہاں دی حالت اتنی ہی بھیڑی اے تے کجھ دن ٹھہر جائیں۔۔ تے فارغ ہو کے واپس آئیں ۔۔دوکان دا کم نوکر سنبھال لین گے۔۔گھر دی کوئی فکر نہ کریں۔۔ بچے وڈے نیں ۔۔میں سب کج سنبھال لواں گی۔‘‘ پر اوہ تکے بغیر نہیں۔۔نہیں۔۔توں ہی جانا اے ۔۔۔جے نہیں جانا تے کہہ دے میں ٹکٹ واپس کر آواں گا۔۔ایہہ کہہ کے گھروں باہر نکل گیا۔۔!!رخسانہ پاکستان تے ہفتے کھنڈ لئی گئی پر سس دے مرن توں بعد چالیہوں تک رہنا پے گیا۔۔جدواپس آئی تے اُس داوڈا پتر کہن لگا۔۔

’’ممی! تیرے جان تو بعد ڈیڈی دوتن واری آئے سن تے ڈھیر جئی گروسری دے گئے سن تے۔۔فیر انہاں نوں نہیں ویکھیا۔۔پر ممی۔۔۔!!‘‘ایہہ کہہ کے میرا پتر کھڑ رک گیا تے میں حیران ہو کے پوچھیا تے ہولے جیا بولیا۔’دوکان دانوکر کہندا سی جے نوید صاحب نے دوجا ویاہ کر لیا اے تے دوکان تے وی گھٹ ہی آندے نیں۔۔ !!‘‘رخسانہ دیاں اکھاں تو دوٹپ ٹپ کر دے اتھروتھ کے اس دی شال چہ گم ہو گئے ۔۔اس نے اپنے پتر نوں اپنیاں باہواں چ لے لیا تے سوچیا۔۔ایہہ مرد وی کیڈی کتی شے ہے۔ ہر دس بارہ سال بعد نئے ماڈل دی کار وانگوں بیوی وی بدل دیندا اے۔۔۔اج آوندے کنجرنوں۔۔!!

# سوانح عمری لکھنے کے تقاضے

اے آر خان لندن

بیانِ شوق چہ حاجت کہ حالِ آتشِ دل
تواں شناخت زسوز یکہ در سخن باشد

ہم جس دنیا یا کائنات میں رہتے ہیں وہ مختلف سانحات اور واقعات کا ایک ایسا مجموعہ ہے جسے ایجازاً کیا تفصیلاً بھی بیان کرنا ہمارے اختیار سے باہر ہے۔ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں ہی روزمرّہ کیا ہر ساعت کیا ہر منٹ اور سیکنڈ ایسے ایسے واقعات گزر جاتے ہیں جو اپنی دلچسپی دلآویزی اور ندرت کی وجہ سے اُس کائنات کے لئے جو کچھ بھی شعور وفہم وفراست رکھتی ہے صدہا نکات اور ہزاروں عبرتوں کا مجموعہ ہوتے ہیں۔شب وروز اگرچہ ہمارے مشاہدہ میں ایسے واقعات اور سانحات آتے رہتے ہیں لیکن ہم میں سے بہت تھوڑے ہیں جو انہیں ضمیری مشاہدہ اور عبرت کی نگاہوں سے دیکھنے کے عادی ہوں یا اُن کے دلوں پر ان کا کوئی اثر پڑتا ہو۔ہم اکثر سرسری رنگ میں سانحات اور واقعات کا مشاہدہ یا مطالعہ کرنے کے عادی ہیں وہ لاپروائی اور وہ غفلت جو ہماری زندگی کا رفتہ رفتہ لازمہ ہوتی جاتی ہے ہمیں بسا اوقات ان سانحات اور واقعات سے محض خالی اور کورا واپس لے جاتی ہے۔ جو ہماری زندگی کے واسطے ایک قیمتی سبق ہوتے ہیں۔بعض وقت ہم کہا کرتے ہیں کہ ایسی غفلت نہ ہوتی تو ہماری چھیتی دنیا کا کام ہی نہ چلتا شائد یہ کسی حدتک درست بھی ہو مگر یوں کہا جاوے تو زیادہ تر درست ہوگا کہ ان حالات میں ہماری زندگیوں کی داغ بیل کی روش کچھ اور ہی ہوتی۔انسان میں یہ طبعی اور فطرتی خاصہ ہے کہ وہ مختلف مشاہدات میں سے ایک حدتک انتخاب کرنے کا عادی ہے۔اور اکثر اوقات نظائر اور تماثیل سے اُس کا دل اور دماغ بہت کچھ حاصل کرتا ہے اسی خیال سے وہ چیدہ چیدہ مشاہدات کے جمع کرنے کا عادی ہے۔تاریخ اور تذکرات کی یہیں سے بنیاد پڑی ہے جب عام طور پر بعض واقعات کا بیان ہوتا ہے تو ایک تاریخ یا تذکرہ ہوتا ہے تحریر ہی اس کی حامل نہیں ہوتی حافظہ بھی بہت کچھ محفوظ رکھتا ہے سوانح عمریوں کی بنیاد بھی یہی ہے۔لوگ عموماً اس امر کے مشتاق ہوتے ہیں کہ وہ اپنے ہی ابنائے جنس کی زندگی کے حالات سے واقفیت پیدا کریں اور دیکھیں کہ ان کی زندگیوں اور دوسروں کی زندگیوں میں

کیا کچھ فرق ہے۔ اسی لئے اور اسی شوق میں ہر ایک اور ہر قوم میں صدہا سوانح عمریاں لکھی گئیں کچھ دوسروں نے لکھیں اور کچھ خود ہی لکھنے والے لکھ گئے۔ ہر سوانح عمری ایک خاص شخص کی زندگی اور رفتار زندگی کا ایک فوٹو ہوتا ہے ممکن ہے کہ اس فوٹو کے کھینچنے یا کھنچانے میں کوئی نقص رہ گیا ہو اور اس وجہ سے اس پر نکتہ چینی ہوسکتی ہو۔ لیکن باوجود اس کے بھی اگر کوئی سوانح عمری نیک نیتی اور احتیاط سے لکھی گئی ہے تو اس سے دوسرے ابنائے جنس اخذ اور ترک کے سلسلہ یا شکل میں بہت کچھ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں بعض لوگ سوانح عمریوں کو پڑھنے سے اس لئے بھی دل چراتے ہیں ان کے خیال میں سوانح عمری وہی پڑھنے کے قابل ہوتی ہے جو نکتہ چینی کی زد میں نہ آسکتی ہو۔ اُن کے خیالات کے موافق ہو یہ خیالات درست نہیں اختلافِ خیالات اور متضاد مذاق ہونے کی وجہ سے کوئی بھی ایسی سوانح عمری نہیں مل سکتی جو سب قسم کے خیالات کا مجموعہ ہو اور جس کو سب لوگ ہی پسند کریں۔ سوانح عمری ایک خاص شخص کے چیدہ واقعات اور رفتار یا افتادِ زندگی کا ذکر ہوتا ہے وہ بجائے خود اس شخص کی زندگی کا ایک ریویو ایک تنقید ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اپنے مطبوعہ اور پرستیدہ خیالات کے ایسے شخص کی زندگی اور زندگی کے کارنامے کیا کچھ کیفیت اور قیمت رکھتے ہیں پڑھنے سے پہلے ہی اپنے پرستیدہ خیالات کے ہجوم میں سے میخ نکالنا ہر تحقیق سے بعید ہے انسانیت کا یہ فرض ہے کہ وہ پوری طمانیت سے حسنات کے اخذ کی کوشش کرے نکتہ چینی کا میدان اس قدر وسیع ہے کہ اس سے انسانی ذات کیا ملکوتی ذات بھی نہیں بچ سکتی جو شخص کسی کی زندگی کا ریویو کرتا ہے وہ دراصل پیش کردہ معلومات کے مطابق ایسی زندگی کے مختلف واقعات، کیفیات اور سانحات سے ایک مجموعی نتیجہ نکالتا ہے یہ جُدا بات ہے کہ بعض لوگ اس سے اتفاق نہ کریں لیکن واقعات کے پیش کرنے میں بہت کم اختلاف کی نوبت آتی ہے اس میں کوئی بھی شک وشبہ نہیں کہ انسانوں کے مختلف واقعات ایک ہی خیالات اور تنقید کے تابع نہیں رہ سکتے لیکن ایں ہمہ یہ واقعات اور رفتار زندگی خود ہی ایک فیصلہ کُن فیصلہ ہوتا ہے۔

معشوقہ عیاں مے گزرد بر تو و لیکن
اغیار ہمے بیند ازاں بستہ نقاب است

زندگی یا زندگیاں جن جن خوفناک گردابوں میں سے گزرتی اور جو طوفان ان کی راہ میں آتے ہیں اور جن جن آزمائشوں اور مشکلات میں ان کا امتحان ہوتا ہے وہ ایسی نہیں ہیں۔ ان کی واجبی قیمت نہ لگائی جائے اگر کوئی زندگی کسی حد تک ایسے تلاطم سے محفوظ گزر گئی ہے تو وہ واقعی تعریف اور حوصلہ افزائی کے قابل ہے جن لوگوں نے زندگی کے گردابوں اور تلاطموں کا خوفناک سماں دیکھا ہے وہ کہہ سکتے ہیں کہ ساحل مقصود پر پہنچنا کس قدر مشکل ہے۔

شبِ تاریک وبیمِ موج و گرداب چنیں حائل
کجا دانند حالِ ما سبکسارانِ ساحل ہا

وہ لوگ جو زندگی کی ایسی مشکلات کا شعور اور احساس نہیں رکھتے وہ دراصل زندگی کی مشکلات سے واقف نہیں ہیں اور صرف نام کے انسان ہیں ورنہ ان میں انسانیت اور انسانی فطرت بوجوہ مردہ ہو رہی ہے۔ وہ زندہ نہیں بلکہ مردہ ہیں۔

خیل زلف تو پختن نہ کار خاماں است
کہ زیر سلسلہ رفتن طریق عیاری است

وہ زندگیاں جو مشروط انسانیت اور قواعد فطرت کے ماتحت گزرتی ہیں وہ زندگیاں جو اپنی راہ میں چپہ چپہ پُرخار ہی نہیں بلکہ خارستان پاتی ہیں جو پھونک کر قدم رکھنا زندگی کا پہلا اُصول خیال کرتی ہیں ان کا صحیح وسالم اور مامون رہنا بہت ہی قیمت رکھتا ہے اگر ہم فرائض کے ساتھ ساتھ تدیّن اور حزم واحتیاط بھی رکھنے کے عادی ہیں تو ہماری زندگیوں میں ضرور فرق ہونا چاہیئے ایک طرف ہمارے سامنے ہمارے ارد گرد لاکھوں قسم کی تحریکات کا ہجوم ہے اور دوسری طرف ہم سے یہ عہد و پیمان لیا جاتا ہے کہ ہمارا پاؤں نہ پھسلے اور ہم لغزش نہ کھائیں...

درمیاں قعرِ دریا تختہ بندم کردہ
باز میگوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

جو لوگ یہ ذمہ داری سمجھتے اور لوگ عہد و پیمان نبھانے والے ہیں وہی جانتے ہیں کہ اس گرد و غبار اور ان تحریکات میں صحیح وسالم نکلنا کیسا مشکل ہے ۔

باآستاں تو مشکل تواں رسید آرے
عروج بر فلک سروری بدشواری است

لوگ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں صرف زندہ رہنا ہی زندگی ہے بول چال پھرنا چلنا اُٹھنا بیٹھنا ہی انسانیت اور زندگی کا بڑا کارنامہ ہے۔ ایک دوسرے سے لڑائی، شیخی، تکبر و رعونت ہی سامانِ زندگی ہے نہیں نہیں زندگی ہاں سچی زندگی کا سماں اور رُوپ ہی کچھ اور ہے اگر زندگی میٹھی ہے تو ہم سے جانوروں کی زندگیاں سو درجہ اچھی ہیں سانس تو وہ بھی لیتے ہیں ان کی بعض طاقتیں ہم

سے کہیں سبک دلچسپ اور بہتر ہیں۔نہیں نہیں زندگی اس سامان کا نام نہیں وہ کچھ اور ہی ہے اُسے صدہا میں سے کوئی ایک آدھ ہی حاصل کرتا ہے اور وہ بھی بصد مشکل اور فضل باری سے زندگی صادقہ یا حیاتِ نوری کی راہوں سے کوئی خاص بندے ہی سلامت جاتے ہیں۔

جمال شخص نہ چشم است نہ زلف و عارض و خال
ہزار نکتہ دریں کاروبار دلداری است

ایسی زندگیاں جو ان مشکلات اور ان خوفناک یورشوں سے کسی حد تک بھی صحیح وسالم اپنے تیئں لے نکلتی ہیں۔وہ اور ابنائے جنس کے واسطے ایک فخر اور پاک نمونہ ہوتی ہیں ایسا نمونہ جس پر اور زندگیوں کی رفتار رفتہ رفتہ اُسی راہ پر آسکتی ہے زندگیوں پر ریویو کرتے ہوئے وہ خیالات دماغ سے نکالنے ہی پڑیں گے جو بعض وجوہ سے پہلے سے متموج ہو رہے ہیں کیونکہ ریویو میں پرستیدہ خیالات دُور ہی رہنے چاہیئے۔اگر پہلے خیالات کی پابندی سے ہم کسی زندگی اور اس کے واقعات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم اپنے تیئں ایک فریب دِہ راہ پہ ڈالتے ہیں اس صورت میں زندگیوں اور ان کے مختلف واقعات سے جو سبق ہمیں لینے چاہیئے ان کی نوبت نہیں آتی یہ تمام باتیں ایسی ضروری ہیں جنہیں ہمیں سوانح عمریوں پر ریویو کرنے کے وقت یاد رکھنا چاہیئے۔

جستہ جستہ۔ عطاءالقادر طاہر

## ایک عورت ماہر نفسیات

کے پاس گئی اور کہا میں شادی نہیں کرنا چاہتی کیونکہ میں پڑھی لکھی ہوں،خود کماتی ہوں اور خودمختار ہوں اس لئے مجھے خاوند کی ضرورت نہیں ہے مگر میں بہت پریشان ہوں کیونکہ میرے والدین شادی کیلئے دباؤ ڈال رہے ہیں۔ میں کیا کروں؟ ماہر نفسیات نے کہا بیشک تم نے بہت کامیابیاں حاصل کر لی ہیں لیکن بعض دفعہ تم کوئی کام کرنا چاہو مگر نا کرسکو،کبھی تم سے کچھ غلط ہوگا،کبھی تم ناکام ہوجاؤ گی،کبھی تمھارے پلان ادھورے رہ جائیں گے، کبھی تمھاری خواہشیں پوری نہیں ہوں گی۔تب تم کس کو قصوروار ٹھہراؤ گی؟ کیا اپنے آپ کو قصوروار سمجھوگی؟ لڑکی۔نہیں بالکل نہیں،اپنے آپ کو کیوں سمجھوں گی؟ ماہر نفسیات۔بالکل یہی وجہ ہے کہ تمھیں ایک خاوند کی ضرورت ہوگی جسے اپنی غلطیوں کا ذمہ دار ٹھہرا سکو۔

***

# زبانِ اُردو کا اِرتقا، کثیر اقوامِ ہند کی مشترکہ زبان

رانا عبدالرزاق خان لندن

ایک جدید تحقیق کی رُو سے موجودہ اُردو زبان ہندوستان کی اس قدیم ہریانی زبان کی اصلاح شدہ شکل ہے۔جو سولھویں سترھویں صدی میں دہلی کے انواع واطراف اور ماحول میں ہریانوی برج اور راجستانی کا امتزاج اور سنگم تھی۔اور جس میں اہل دہلی کے محاوروں اور تاجدارانِ سُخن کے تصرفات نے اضافوں میں تغیرِ عظیم برپا کر ڈالا۔اسی زبان کی بازگشت حیدرآباد دکن، گجرات کاٹھیاواڑ، لکھنؤ، کلکتہ اور پنجاب میں سنائی دینے لگی۔(پنجاب میں اُردو تالیف علامہ حافظ محمود شیرانی محمود) دنیا کی اس عظیم الشان زبان کی تجدید اور روزمرّہ اضافوں اور ترقی و ارتقاء کے ہر مرحلہ میں مسلمان بزرگوں اور ادیبوں کے دوش بدوش ہندو نیتاؤں، سکھ سورماؤں بلکہ فاضل عیسائیوں نے بھی پورے جوش وخروش سے حصہ لیا۔اسے پالا، پوسا، سینے سے لگایا۔دل میں سجایا اپنے خونِ جگر سے اس کے گلستاں کو سینچا اور طویل جدوجہد کے بعد اسے دوسری ترقی یافتہ زبانوں کی صف میں لا کھڑا کرنے میں قابلِ رشک حد تک کامیاب ہو گئے اور جہاں ورلڈواچ انسٹی ٹیوٹ (شکاگو) کے حالیہ اعداد وشمار کے مطابق دنیا سے پچاس سے نوے فیصد تک زبانیں ناپید ہورہی ہیں وہاں ہمارے نزدیک اُردو کی عالمی مقبولیت میں کمی نہیں بلکہ اضافہ ہورہا ہے۔

## آسمانِ اُردو کے ممتاز ستارے

اُردو ادب کے محسن اور مورّخ رائے بہادر ڈاکٹر رام بابوسکسینہ (1894-1951) بریلی کی مشہورِ عالم کتاب'' تاریخ ادبِ اُردو'' میں اس حقیقت پر خوب روشنی ڈالی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ کس طرح یہ زبان ملک کے اصل باشندوں کے علاوہ ڈاکٹر جان گلکرسٹ (1759-1841) قائم کردہ کلکتہ فورٹ ولیم کالج کی پشت پناہی میں جلد جلد ترقی کے زینے طے کرتے ہوئے مسلم ہندو، سکھ اور عیسائی ادب نوازوں کے ذریعہ پروان چڑھی ہے۔اس ضمن میں مسلمان اہل قلم اور سخنوروں کے ادبی کارناموں کی تفصیل بّرِ صغیر کے مشہور محقق وادیب ڈاکٹر جمیل جالبی نے تاریخ ادب اردو میں جناب حامد حسین قادری نے'' داستانِ تاریخ اُردو'' میں اور جناب ڈاکٹر ابوسعید نورالدین نے'' تاریخِ ادبیاتِ اُردو'' میں مطالعہ کی جاسکتی ہے۔جو نہایت معلومات افروز اور سیر حاصل ہے۔زیرِ نظر تحقیقی مقالہ میں ان قدیم اور ممتاز

ہندو اور سکھ اربابِ ذوق اور اُردو ادب کے ''پرستاروں'' کا ذکر کرنا مقصود ہے جن کی علمی خدمات ہمیشہ آسمانِ ادب پرستاروں کی طرح جگمگاتی رہیں گی۔ اور جوں جوں اردو کو نقشہ عالم میں وسعت و شوکت حاصل ہو گی ان کا نام بھی فضاؤں میں نئی شان سے شہرت پاتا رہے گا۔ ڈاکٹر رام بابو سکسینہ کی کتاب میں بڑی شرح و بسط سے بتایا گیا ہے کہ برّصغیر کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں ہندو یا سکھ اردو نوازوں نے اردو کا پرچم بلند سے بلند کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت کیا ہو۔ مثلاً دکن میں مہاراجہ چندو لال، راجہ گردھاری پرشاد باقی، مہاراجہ سرکشن پرشاد، دہلی میں پروفیسر رامچندر پروفیسر ریاضی دہلی کالج، لالہ سری رام ایم اے دہلوی، منشی ہرگوپال، نہال چند، فیض آباد پنڈت منوہر لال زتشی، کانپور میں منشی دیا راین نگم، سیتاپور میں جوالا پرشاد برق لکھنو میں پنڈت رتن ناتھ سرشار پانڈے پور، (بنارس) بنارس میں دھنپت رائے پریم چند، الہ آباد میں چرن جی لال، بدایوں میں منشی پرشاد سحر، آگرہ میں ماسٹر بنسی دھر پنڈت گوراج کشور دت اور لاہور میں پنڈت ہری چند اختر دیوانمر ناتھ اکبری، پنڈت رادھا کشن، پنڈت شیو نرائن شمیم، لالہ لاجپت رائے منشی، سورج نرائن مہر، وغیرہ اہلِ قلم پیدا ہوئے۔

(نقوش لاہور نمبر جولائی 1962ء ص 916،949)

## چھاپہ خانے

مطبع نولکشور لکھنؤ کے مالک منشی نولکشور صاحب کو (سی آئی اے) متوطن بستوضلع علی گڑھ 1895-1936 بھی ہمیشہ عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ جن کے مطبع نے ہزار ہا اردو، عربی، فارسی، سنسکرت اور ہندی کا بیش بہا لٹریچر شائع کرنے کا جنوبی ایشیا میں ایک مثالی ریکارڈ قائم کیا۔ اس شاندار روایت کو منشی نولکشور آنجہانی کے لائق و ہونہار فرزندوں منشی پراگ نرائن صاحب اور منشی بشن نرائن صاحب بھارگو نے پوری شان سے قائم رکھا۔ اور اردو کی خوب خدمت کی اس کے علاوہ بھائی بہادر سنگھ کے وزیر ہند پریس نے تواریخ گورو خالصہ مولفہ گیانی گیان سنگھ ہی نہیں اور بہت سارا لٹریچر شائع کیا۔ اسی طرح جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب متی بازار لاہور کو یہ فخر حاصل ہے کہ انہوں نے اردو رسم الخط میں نہایت دیدہ زیب طباعت اور کتابت سے آراستہ و پیراستہ ''سری گورو گرنتھ صاحب آد'' شائع کیا۔ اور حاشیہ میں سینکڑوں گورومکھی الفاظ کے اردو معانی بھی زیبِ قرطاس کرکے اُردو دان طبقہ کو اس سے استفادہ کی راہیں آسان کر دیں۔ علاوہ ہندو لٹریچر کے یہ قدیم وقیمتی اور نایاب نسخہ بھی موجود ہے۔

## تراجم مذہبی کتب

اُردو زبان میں وید کے تراجم بھی ایک ادبی کارنامہ ہے۔ چنانچہ سام وید، یجر وید، رگ وید، بھومکا اور الکھ پرکاش کو اُردو میں بالترتیب انندسروپ، دھرم پالی، رام جگن ناتھ، رام موہن اور کنھیا لال نے منتقل کیا۔ اسی طرح آتما لال نے کلنکی پران کا، رگھولال نے ماکنڈی پران کا، اتم پران کا دیوان ن چند نے، وشنو پران کا، پنڈت امرناتھ مدن دہلوی نے، شیو پران کا سیوا سنگھ نے اور گنیش پران کا (منظوم) اردو ترجمہ شنکر دیال نے کیا۔ ویدک شاستر کے مترجم بہاری لیل اور مجموعہ اپنشد کے بابو بہاری لال تھے۔ موسرتی کے تراجم، ماسٹر آتما رام، دھرم پال رام بھروسہا سوامی دیال اور کرپا رام شرما جگرانوی کے قلم سے شائع ہوئے۔ بھگوت گیتا کے بہت اردو تراجم ہوئے۔ چند مترجمین کے نام یہ ہیں۔ آتما رام، دوارکا پرشاد اُفق، رام سہائے تمنا، جانکی داس دہلوی، سوامی دیال شیام سندر لال، پربھو دیال عاشق شنکر دیال فرحت، بشیشور پرشاد لکھنوی و منظوم ترجمہ، مہا بھارت اور رامائن کے بھی بیسویں صدی میں اُردو تراجم اشاعت پذیر ہوئے اور اُردو کے شائقین میں بہت مقبول ہوئے پچھلی صدی میں سکھ مت کا اُردو لٹریچر بھی نہایت کثرت سے چھپا۔ اور خصوصاً پنجاب میں بہت ذوق وشوق سے پڑھا گیا۔ مثلاً تاریخ دربار صاحب امرتسر (مولفہ سردار ادھم سنگھ) پوتھی شبد نادین محل (تیجا سنگھ سوڈھی) دھرم بچار (جواھر سنگھ) سکھ مت کی تعلیم (دلجیت سنگھ کنور) گرو گوبند سنگھ کا جیون چرتر (دولت رائے) عطر روحانی ترجمہ جپ جی (سردار عطر سنگھ) سچا بلیدان (گوپال سنگھ) گوروارجن مہاراج کی سوانح عمری (مطبوعہ نولکشور) سکھوں کا روحانی انقلاب (لابر سنگھ) (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو قاموس الکتب اردو ص 1101-1172 ناشر انجمن ترقی اردو پاکستان اردو روڈ کراچی۔ اشاعت اول جون 1961ء) اُردو صحافت کے شاہکار۔ اب ہم متحدہ ہندوستان کی اردو صحافت پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو ہندو اور سکھ دونوں تاریخی قوموں کی اُردو نوازی کا ایک نیا اور حیرت انگیز باب کھل جاتا ہے۔ تاریخ ہند سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ملک میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہدِ حکومت میں 1832ء سے 1939 (دوسری جنگ عظیم تک) جاری ہونے والے اخبارات ورسائل (مع ان کے مالکان یا مدیران کا تذکرہ کیا جاتا ہے) (ماخذ ''صحافت پاکستان وہند میں'' تالیف عبدالسلام خورشید۔ ناشر مجلس ترقی ادب لاہور۔ پنجاب میں اردو صحافت کی تاریخ مرتبہ ڈاکٹر مسکین علی حجازی ناشر سنگِ میل پبلیکیشنز لاہور 1977ء) 1822ء جامِ جہاں نما (کلکتہ) مدیر منشی سدا سکھ۔ 1845ء

قران السعدین (دہلی) رائے بہادر پنڈت دھرم نرائن، فوائد الناظرین (دہلی) ماسٹر رام چندر پانی پتی بنارس اخبار (بنارس) گووندرگھوناتھ 1846ء خیالی (لکھنؤ) منشی خیال رام۔ 1847ء محب وطن ماسٹر رام چندر۔ روائد الشائقین (دہلی) پربھودیال، بنارس گزٹ (بنارس) بابو رگھو ناتھ ٹھاٹھے۔ گوالیا اخبار (گوالیار) خیراتی لال۔ 1850ء زائرین ہند (آگرہ) مالک لالہ ہربنس رام پنجاب (گجرانوالہ) ہفت روزہ ایڈیٹر سکنڈمل۔ 1852ء نور مغربی (دہلی) ایڈیٹر بلورسنگھ۔ گوالیار اخبار (گوالیار) لچھمن داس۔ 1853ء آفتاب ہند (بنارس) پہلے ایڈیٹر پرکاش داس پھر بابو نور علی نور (سیالکوٹ) منشی دیوان چند۔ 1859ء چشمہ فیض گوبندر ناتھ سیالکوٹ منشی دیوان چند۔
1860ء گنجِ شائقان (لاہور) جاری کردہ منشی ہرسکھ رائے مدیر پنڈت سورج بھان۔ 1861ء خیر خواہ ''پنجاب'' مدیر منشی گیان چند شوق۔ 1866ء آفتاب پنجاب (لاہور) دیوان بوٹا سنگھ۔ ستارہ ہند (سیالکوٹ) منشی دیوان چند، ماہنامہ کوہِ طور (گوجرانوالہ) منشی دیوان چند ماہنامہ مجمع العلوم چشمہ فیض (گجرانوالہ) منشی گیان چند۔ 1870ء اتالیق پنجاب، ایڈیٹر منشی پیارے لال۔ 1880ء وکٹوریہ پیپر (سیالکوٹ) مدیر منشی گیان چند۔ 1884ء آئینہ ہند (لاہور) رنگی رام کی زیرِ ادارت۔ 1885ء شیخ چلی (لاہور) مان سنگھ۔ (ماخوذ)

## محمد ایوب اولیا بقلم خود

یہ جناب اولیآ ہیں کہ بنے ہیں آج زاہد
انہیں سوزِ دل عطا کر، انہیں سوز کی سزا دے

خاکسار کا نام محمد ایوب، خاندانی نام اور تخلص اولیآ ہے۔
والد کا نام محمد شریف اولیا (مرحوم) اور والدہ کا نام آمنہ بیگم (مرحومہ) ہے۔ والدہ کی دو تاریخ ہائے وفات مشہور شاعر اور استاد ادب اردو مولانا حامد حسن قادری کے قلم سے یادگار ہیں۔ پیدائش گجرانوالہ (پنجاب) میں ہوئی۔ تاریخ پیدائش 16 نومبر 1938ء ہے۔ دادا کا نام الحاج محمد حسین (مرحوم) ہے۔ انہیں کے پیر یف چورہ شریف صاحب نے اس فقیر کا نام محمد ایوب تجویز فرمایا۔ میرے دادا مرحوم متمول اور ایک مکینکل انجینئرنگ فرم کے مالک تھے۔ میرے دادا کے ایک دوست سردار سنتو کھ سنگھ مشہور انجینئر، ان کے شریک کار اور میرے والد مرحوم کے استاد تھے۔ میری تعلیم گجرانوالہ، لاہور اور لندن میں ہوئی۔ بی ایس سی (فارمن کرسچین

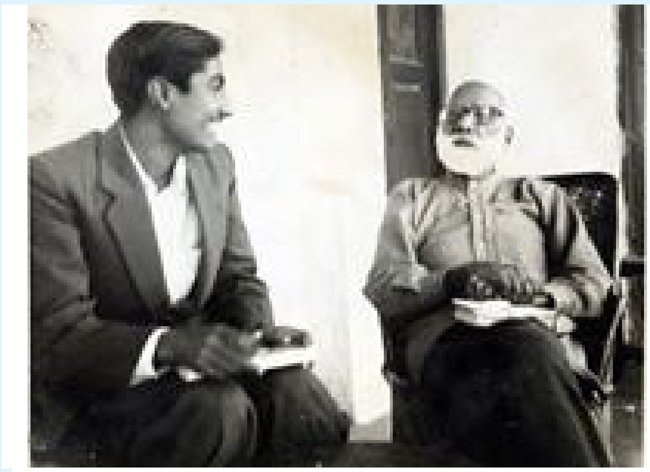

کالج لاہور)، اکاؤنٹس اور کمپیوٹر سائنس (لندن) بیرسٹری میں بھی داخلہ لیا۔ بھاری پتھر تھا، چھو کر چھوڑ دیا۔ میرے ایک عزیز محمد ہادی حسین تھے۔ انہوں نے ادب اور سول سروس میں بڑا نام کمایا۔ علامہ اقبال کے مترجم (بزبان انگریزی) کی حیثیت سے بھی ان کی شخصیت بڑی معتبر ہے۔ بڑے چچا فضل حسین اولیا کا بھی ممنون احسان ہوں۔

شاعری میں استاد مولانا عبدالمجید سالک اور نثر میں مولانا غلام رسول مہرؔ (مدیران روزنامہ انقلاب) تھے۔ انگریزی کے استاد مظفر علی سید اور اتالیق اردو ڈاکٹر وحید قریشی ہیں۔ جن مشاہیر کی علمی اور ثقافتی محفلوں اور مجلسوں سے استفادہ کیا، بابائے اردو مولوی عبدالحق، علامہ مشرقی، سید عابد علی، فیض احمد فیض، صوفی تبسم، احمد ندیم قاسمی، مجروح سلطانپوری، سردار جعفری، احسان دانش، آغا صادق، چوہدری محمد علی (سابق وزیر اعظم پاکستان) اور مشہور لیگی لیڈر سردار عبدالرب نشتر۔ خط و کتابت کے ذریعے: نیاز فتحپوری، اثر لکھنوی، جوش ملسیانی، ڈاکٹر ذاکر حسین صدر بھارت، قاضی عبدالودود۔

فنون لطیفہ:۔ عبدالرحمن چغتائی، استاد برکت علی، استاد اللہ رکھا، مختار بیگم، فریدہ خانم، استاد نزاکت سلامت، میڈم نور جہاں، مہدی حسن، استاد نتھو خاں، میاں قادر بخش، چھوٹے غلام علی خان استاد اختر حسین، روشن آرا بیگم۔

تصانیف:۔ برصغیر کے موسیقاروں کا تذکرہ (زیر ترتیب) تذکرۂ شعرائے اردو ''ولی سے اولیا تک'' زیر ترتیب، شعر و ادبیات اور فنون لطیفہ کا قتیل ہوں۔ اہل جہاں سے محبت و الفت کا قائل اور شائستگی کا گرویدہ ہوں۔

دلوں کے ساز پہ نغمہ کوئی سناتا جا
جو بن پڑے تو کبھی ہم سے بھی بناتا جا

عمر عزیز کے 35 سال سول ایوی ایشن کی نذر کئے یعنی:

میں ہوں اولیا، مسافر کسی اجنبی جہاں کا
جو نہ جانتا ہو منزل نہ ہے واقف زمانہ

# والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم کی ماہانہ ادبی نشست

## آج کی محفل میں صرف عظیم الشان مشاعرہ کا انعقاد ہوا اور تمام شعرا نے کلام پیش کیا

رپورٹ
و فوٹو
امجد مرزا امجد

یکم دسمبر 2019 کو بروز اتوار ایک بجے والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم لندن کی جانب سے والتھم سٹو کی سنٹرل لائبریری میں حسب معمول مشاعرہ کا انعقاد ہوا۔اس بار کسی کتاب کی تقریب رونمائی نہیں رکھی گئی تا کہ تمام شعرا و شاعرات کو کھل کر پڑھنے کا موقع ملے۔سردی بہت سخت تھی اور ایک دو عید میلاد النبی کے پروگرام بھی تھے لہٰذا آج کی حاضری کچھ کم تھی پھر بھی بائیس لوگ شریک محفل تھے۔اسٹیج پر تنظیم کے صدر جناب ڈاکٹر رشید اختر صاحب اور آج کے مشاعرے کے صدر معروف پنجابی شاعر جناب چوہدری محبوب احمد محبوب اور مہمانان خصوصی معروف شاعر شائق نصیر پوری اور معروف ادیب و مورخ قاضی عبدالرؤف صاحب تشریف فرما تھے۔نظامت حسب معمول امجد مرزا نے کی اور تلاوت قرآن پاک سے پروگرام کی ابتدا کرتے ہوئے نعت شریف کے لئے محمد جہانگیر کو دعوت دی۔ جن کے بعد شعرا و شاعرات میں سے امجد مرزا امجدؔ، ٹیپو ارسل، اسلم چغتائی، نعیم سلہریا، نجمہ شاہین، شاہین اختر شاہین، عابدہ شیخ صاحبہ کے بعد اسٹیج سے قاضی عبد الرؤف صاحب نے اپنی کتابوں کے بارے میں بتایا اور نئی کتاب جو جلد ہی شائع ہو رہی ہے اس کے بارے میں روشنی ڈالی۔معروف شاعر رمضان شائق نے اپنی غزلیں سنا کر داد وصول کی جن کے بعد چوہدری محبوب احمد محبوب صاحب جو حال ہی میں عمرہ کی سعادت حاصل کر کے آئے انہوں نے مکہ اور مدینہ میں بیٹھ کر جو کلام لکھا وہ سنا کر سب کو محظوظ کیا اور بھرپور تالیوں سے داد پائی۔آج کی محفل میں تمام شعرا نے اپنی دو دو اور تین تین غزلیں سنائیں۔اس دوران چائے کا دور بھی چلتا رہا اور تمام مہمانوں کی چائے بسکٹ اور کیک سے تواضع کی گئی۔آخر میں تنظیم کے صدر جناب ڈاکٹر رشید اختر صاحب نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور اگلے سال 5 جنوری 2020 کو بروز اتوار مشاعرے کی دعوت دی۔۔

# مسلمان۔ ماضی، حال، مستقبل

اے آر راجپوت

صدیوں سے زندہ اور حکمران چلی آنے والی قوم۔ وہ قوم جس نے ظالم اور مظلوم دونوں کی مدد کی۔ وہ قوم جس نے شیر اور بکری کو ایک گھاٹ پانی پلایا۔ وہ قوم جس نے اپنے مغلوب اور محکوم کو ہر طرح کی آزادی دی۔ وہ قوم جس کا مدّعا ابتدا سے لے کر انتہا تک صلح وآشتی کی روح پھونکنا تھا۔ اپنے اسلاف کی مثال کو لیجیئے۔ انہوں نے چیتھڑے پہن کر قیصر و کسریٰ کی خلعتِ فاخرہ کو نوچ ڈالا۔ خود تنکوں پر رات کاٹی اور بڑے بڑے کجکلاہوں کے تاج وتخت روند ڈالے اور دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پرچمِ اسلام لہرا دیا۔ اور سپین میں وہ عظیم الشان سلطنت قائم کی جس کے آٹھ سو سالہ دور نے یورپ کو جینا سکھایا۔ ان کے پاس کیا تھا۔ ایک لازوال تعلیم! اور بے نظیر حسنِ عمل۔

آج اس قوم کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔ وہ قوم آج ذلت اور بدبختی کے گھیرے اور تاریک گڑھے میں گری ہوئی ہے وہی قوم پستی کی ایک ایسی وادی تک پہنچ چکی ہے جہاں نظر دوڑانے سے تو کیا شمع لے کر ڈھونڈنے سے بھی روشنی نہیں مل سکتی ۔ وہ قوم جو اپنی جوانمردی اور بہادری سے مشرق میں سائیبیریا تو مغرب میں فرانس کے سپوتوں سے ٹکرا رہی تھی آج وہی قوم دھتکاری جا رہی ہے۔ وہ قوم جس کے متعلق عیسائی مفکر نے کہا تھا ''اگر یہ قوم چند سال اسی طرح رہی تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ مسلمانوں کے بعد دنیا میں حکومت کرنے والا کوئی نہ ہوگا''... افسوس وہ آندھی اپنی یکسانیت میں نہ رہی اور جلد ہی اپنی تیزی کھو بیٹھی۔ مسلمان اپنی اسی حالت میں نہ رہے اور جلد ہی بدل گئے انہوں نے اپنی شمشیر کو باہر نکالا ہی تھا کہ وہ ان سے چھن گئی مسلمان عیش وعشرت میں محو ہو گئے انہوں نے غداریاں شروع کیں مسلم جو غیر کی جان کا محافظ کہلاتا تھا اس نے اپنے ہاتھوں سے اپنے بھائی کو ذبح کر دیا۔ مسلم جو ہزاروں کے ساتھ اکیلا میدانِ جنگ میں لڑا کرتا تھا آج ان چند آدمیوں سے اپنی عزت کا سودا کر رہا ہے وہی مسلمان جس نے کئی کئی دن اور راتیں میدانِ جنگ میں گزارتا تھا اب اپنے محلات میں رنگ رلیاں منا رہا ہے۔ دسویں صدی ہجری میں مسلمانوں سے تقریباً سب علاقے چھن چکے تھے۔ سوائے چند ان علاقوں کے جو مسلمانوں کے تھے جن پر حکومت تو مسلم کی تھی مگر وہ عیسائیوں کے تابع تھے۔ جب عیسائیوں نے مسلمانوں کو اُندلس سے نکالا تو ان پر ایسے ایسے مظالم ڈھائے گئے جن کو یہ قلم ضبطِ تحریر میں لانے سے قاصر ہے۔ مسلمانوں کے بڑے بڑے خاندانوں کو نیست و نابود کر دیا گیا عورتوں کی عصمت دری کی گئی انہیں ننگا کر کے بے خانہ و بے اماں کیا گیا۔ غرضیکہ وہ تمام مظالم جن کی طاقت انسانی ہاتھوں میں تھی وہ عیسائیوں نے کر دکھائے۔ پھر فرانسیسیوں نے مراکش، ٹیونس، اور الجیریا پر اپنے ہاتھ پاؤں مضبوط کر کے ان کو آزادی سے محروم رکھا۔ اس طرح عیسائیوں نے ترکوں سے تمام وہ علاقے چھین لئے جو ایشیائے کوچک کہلاتے تھے۔ اور انہیں محدود کر دیا۔ عرب کے جنوب میں عدن یعنی شہ رگ پر قبضہ کر لیا اسی طرح ہندوستان جس پر ایک ہزار سال تک مسلمانوں نے نہایت شان وشوکت سے حکومت کی تھی وہ بھی محکوم ہو گئی۔ محمد بن قاسم کی عظیم الشان فتوحات نے ہمیشہ کے لئے ہندوستان کو مطیع بنا لیا۔ اور اولیاء کرام نے اپنے عمل اور کردار سے اس قوم کی بے مثال تربیت کی کہ یہ قوم ایک مثالی قوم بن گئی تھی۔ مسلمانوں کی قوم اب نام کے اعتبار سے مسلمان ہے مگر اپنے ظاہری باطنی اخلاق، اپنے کردار، اپنے افعال، اور اپنے مقاصد کے لحاظ سے مسلمان نہیں۔ اس کے وہ اخلاق و کردار نہیں جو پہلے تھے۔ اس زمانے میں مسلمان خوش اخلاق، اعلیٰ کردار اچھے افعال اور پاکیزہ مقاصد کے مالک تھے۔ لیکن آج کے مسلمان بداخلاق، بد کردار، بدافعال، اور گندے مقاصد کے لئے اپنے بھائی کا خون چوستے اور اُسے دغا دینے کی فکر میں رات دن بسر کرتے ہیں۔ یہ وہی قوم ہے جس کے افراد غیر کے لئے یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ کوئی میدانِ جنگ میں بغیر اسلحہ کے ان کے مقابل پر آئے۔ لیکن آج کا مسلمان نہتے، بے بس، اور مظلوم بھائی کو ہی دھوکا دے کر مارے گا۔ وہ مسلمان جو اپنے ہی نہیں بلکہ غیر کی بھی غمخواری کرتا تھا آج وہ اپنے بھائی کی تکلیف پر اس کا مذاق اُڑاتا ہے۔ اور طعنے دیتا ہے۔ جب مسلمان کی یہ حالت ہو کہ وہ نہتوں پر حملہ کرے اور بے بس کمزور سے اس کا اسباب چھینے اور امانت میں خیانت کرے اور بلی پر کتے کی طرح جھپٹے اور شیر کے سامنے بھیگی بلی بن جائے وہ کیسے ترقی کر سکتا ہے؟ وہ کیسے اُمید کر سکتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں دوبارہ عنانِ حکومت آئے گی۔

ہمارے آبا و اجداد اس لئے تاج وتخت کے وارث بنائے گئے کیونکہ وہ نیک تھے، وہ اپنے بھائیوں کے خیر خواہ تھے۔ حقوق العباد بجا لاتے تھے، عادل ومنصف تھے۔ فرض شناس، شفیق اور رحم دل تھے۔ دوسری اقوام نے

مسلمانوں کو ہر لحاظ سے محکوم بنالیا ہے۔مسلمانوں میں اعمال واخلاق کی پستی نے مستقل ڈیرہ ڈال لیا ہے ،تفرقہ پرستی، باہمی بغض وعناد، جہالت اور تاریک خیالی نے انکو احساسِ کمتری میں مبتلا کر دیا ہے۔عمل و کردار کھوکھلا ہے قرآن اور اسلام پر کوئی عمل نہیں ۔ ہر کوئی تنہا لیڈر اور مفتی بن رہا ہے ۔ باہم جب بھی مسلم اکھٹے ہوں ان کا ایک امام نہیں ہوتا حتیٰ کہ امامِ کعبہ کے پیچھے بھی بعض لوگ نماز نہیں پڑھتے ۔انہوں نے قرآن پر عمل ترک کر دیا ہے۔خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کے باغی ہیں ۔ ہر برائی نے ان کے اندر گھر کر لیا ہے ۔ جب تک قرونِ اولیٰ کے اصحاب کی طرح ،حضرت رسولِ اکرم ﷺ کے جان نثاروں کی طرح ،انصار ومہاجرین کی طرح ،پیار واخوت کا درس نہیں لیتے ،عزم وہمت کے پہاڑ نہیں بن جاتے ،اتحاد وتنظیم واطاعت کو اپنا اوڑھنا بچھونا نہیں بنا لیتے ،معراجِ انسانیت پا نہیں لیتے اور اپنی زندگیاں حُبِ رسول کے لئے وقف نہیں کر دیتے تب تک بابِ قبولیت کے در، وا نہیں ہوتے ۔ جب تک دوبارہ عنانِ جہاں بانی آپ کا مقدر نہیں بن سکتی۔

## آدم چغتائی

جو ریگ زاروں پہ بند یارو طلوعِ ہستی کا باب ہوتا
نہ صحنِ گلشن میں پھول کھلتے نہ غنچہ کوئی گلاب ہوتا
کچھ ایسے ذرّے ہیں جن میں مضمر ہے ماہ وانجم کی روشنی سی
فلک پہ جاکے جو یہ چمکتے تو اک نیا آفتاب ہوتا
یہ تیرے آنچل کے رنگ سارے گلوں میں جاکر نکھر رہے ہیں
اُجالے رہتے سدا جہاں میں اگر جو تُو بے نقاب ہوتا
جفا کی دوزخ میں جلنے والے عجیب باتیں سنا رہے ہیں
ہماری دولت جو کام آتی تو ہم پہ یوں نہ عتاب ہوتا
سوال یہ ہے کہ آبِ جُو سے ملا ہے کس کو قرار اب تک
جو مے نہ ہوتی اگر جہاں میں تو کس کا خانہ خراب ہوتا
وفا کی جھلکی ہمارے خوابوں کی آئی انکو نظر نہ ہر گز
اگر یہ راتیں طویل ہوتیں نہ جانے کیسا عذاب ہوتا
کوئی جو گوشہ نشیں سے پوچھے کہ راز کیا ہے سخن کا آدمؔ
سُراغ اس کا جو جان لیتے تو زندگی کی کتاب ہوتا

## عوام کے تین گروہ

عطاء القادر طاہر

یہ بات بڑی واضح ہے کہ مسلمانوں میں ایک گروہ ایسا ہے جو نظریاتی بنیادوں پر اسلام کو اپنے دل میں جگہ دیئے ہوئے ہے جبکہ دوسرا گروہ اسلام کے اصولوں پر تو عمل پیرا ہے لیکن اس کی اخلاقی تعلیم سے کوسوں دور ہے۔ اسلام ان دونوں گروہوں سے بریت کا اعلان کرتا ہے۔ یہاں ایک تیسرا گروہ بھی ہے جو اسلام کو اپنانے کے ساتھ ساتھ اسکی تعلیم پر بھی عامل ہے۔ پھر اس کا ظاہر اس کے باطن کی مانند ہوتا ہے۔اس راہنمائی کے مطابق جس کی طرف اسلام بلاتا ہے تاکہ شخصیت معتدل ہونے کے ساتھ ساتھ اسلام کے سارے پہلوؤں کو اپنے اندر جذب کر سکے اور یہی حقیقی اسلام ہے جسکی رہنمائی میں کتاب وسنت ملتی ہے اسلام عقیدے اور بہتر روّیے کا نام ہے چونکہ دین کے مقاصد سے حق کی پہچان ہے جو کہ کتاب وسنت سے ہوسکتی ہے پھر انسان کے لئے ضروری ہے کہ اس حق کے اوپر استقامت اختیار کرے یہ وہ حق ہے جس کے حصول کی دعا ہر مسلمان اپنے رب سے مانگتا ہے۔اور نماز میں عرض کرتا ہے۔

’’ہمیں صراط مستقیم پر چلا‘‘ پس جب وہ حق کی پہچان اعمال میں راسخ ہو جاتی ہے۔تو اس کا اثر صاحب عمل میں ظاہر ہوجاتا ہے۔صاحبِ عمل انسان اس سے خیرِ کثیر حاصل کرتا ہے۔اور اس کے ذریعے جنت کی ابدی نعماء کو حاصل کرتا ہے۔اصل میں انسانوں میں تین گروہ پائے جاتے ہیں۔ پہلا گروہ تو وہ ہے کہ جس کے دل میں عقیدہ گھر میں پڑی کسی بوسیدہ چیز کی طرح ہوتا ہے۔ یہ عقیدہ اسکے جذبات کی تحریک کا باعث نہیں بنتا۔ بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے دل میں کوئی چیز موجود ہی نہ ہو تو دل میں اس نظریے کے احیاء کی از سرِ نو ضرورت ہے۔ اس گروہ کے نزدیک دین بندے اور رب کے درمیان روحانی تعلق کا نام ہے اور یہی اصل مقصد ہے۔اور اس کے بعد کسی چیز کی ضرورت نہیں اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان کا دل پاک اور صاف ہونا چاہیئے۔ اس کے بعد اس پر کچھ فرض نہیں ۔اور نہ ہی اسے لعن طعن کی جاسکتی ہے۔ اگر حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو مذکورہ بالا خیال زعم باطل ہے۔ اس طرح انسان اپنے رب کو کس طرح راضی کر سکتا ہے۔ کیونکہ بندے اور رب کے درمیان تعلق ایک درخت کی طرح ہے اگر درخت پھل دار ہی نہ ہو تو اس کا کیا فائدہ؟۔انسان اپنے دل کو پاک صاف رکھتا ہے۔ تاکہ یہ پاکیزگی اس کے عمل میں ظاہر ہو۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ ایمان دل میں ہوتا ہے اور اسکا اثر عمل سے ظاہر ہوتا ہے۔ جہاں تک دوسرے

گروہ کی بات ہے اس کا عقیدہ درخت کی مردہ شاخ کی مانند ہے اس نظریئے کے حامل افراد فرائض کی پابندی تو کرتے ہیں لیکن انکے معاملات میں حلال و حرام کی کمائی، جھوٹ، بدخوئی، اور چغل خوری شامل ہوتی ہے۔اسی طرح ان کے دل میں حسد، کینہ، نفرت اور مسلمانوں کے درمیان تفرقہ پیدا کرنے کے جذبات ہوتے ہیں۔ یہ گروہ دنیا کے سامنے اپنے آپ کو بڑے خوبصورت انداز میں پیش کرتا ہے۔لوگوں کے سامنے اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرتا ہے۔لیکن اللہ کے حقوق کی ذرا بھر پرواہ نہیں کرتا اس طرح اللہ سے کئے ہوئے وعدے کو وہ توڑ دیتے ہیں۔اور اللہ سے اجرِ عظیم لینے کی بجائے لوگوں سے بہت کم اُجرت پر راضی ہو جاتے ہیں۔ مذکورہ بالا دونوں گروہ اپنے نظریے کے سراب میں گم ہیں۔دین کے ایک پہلو پر عمل کرتے ہوئے دوسرے پہلو کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔انہیں چاہیئے کہ حق پر عمل کے لئے اپنے آپ کو ازسرِ نو تیار کریں۔ ورنہ اسلام ان کے کسی عمل کی تائید نہیں کرے گا۔ رہ گئی تیسرے گروہ کی بات تو وہ ایسے لوگ ہیں جنکے دل اللہ کے نور سے منور ہوتے ہیں اور ایمان انکے پورے جسم میں سرایت کر جاتا ہے۔ ان اعمال کا نور ان کے اعمال سے ظاہر ہوتا ہے۔ پھر وہ عقلِ سلیم اور نفس مطمئنہ کی قوت سے غور و فکر کرتے ہیں غرباء اور محتاجوں پر مہربان رہتے ہیں۔انکا عمل اخلاص سے بھر پور ہوتا ہے۔ کسی بھی انسان کو کوئی ایذا نہیں دیتے۔ایسے لوگ دوسروں کے لئے زندگی گزارتے ہیں۔ یہ گروہ ایک طرف تو اللہ کی رضا تلاش کرتا ہے دوسری طرف لوگوں کی بھلائی سوچتا ہے ایسے ہی گروہ کے لئے حضور ﷺ نے فرمایا ''مومن محبت کرتا ہے اس سے محبت کی جاتی ہے اور سب سے بہتر وہ انسان ہے جو دوسروں کے لئے نفع آور ہو'' دین کی حقیقی سمجھ کے لئے ضروری ہے کہ ہم حقیقی سمجھ رکھیں۔ اور اس بات پر یقین رکھیں۔ عبادات کے ساتھ ساتھ معاملات انسانی اور اخلاق طیبہ بھی دین کے اندر شامل ہیں۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ دین کے ستر شعبے ہیں۔ یہ ایک مسلمان کی زندگی میں توحید کے اقرار سے لیکر اخلاق تک شامل ہیں۔ مثلاً راستہ سے پتھر ہٹا دینا بھی ایمان ہے۔ پس مسلمان کو اسی انداز میں دوسروں کے لئے نمونہ بننا چاہیئے چونکہ معاملات کا تعلق حقوق العباد کے ساتھ ہے تو اس میں انتہائی احتیاط کا روّیہ اختیار کرنا ہوگا۔ حلال و حرام کی تمیز، مشتبہ اشیاء سے دوری، اور اپنے آپ کو حقیقی اسلام کے ساتھ پیش کرنا ہوگا۔ اسلام کا حسن اس میں ہے کہ انسان کا ظاہر و باطن ایک جیسا ہو۔ اس کی بات دل کی ترجمان ہو، چونکہ مومن اس بات پہ ایمان رکھتا ہے کہ اللہ کی ذات ہر وقت اسے دیکھ رہی ہے تو وہ اپنے رب سے حیاء محسوس کرتا ہے کہ وہ ایسی بات کہے جو اس کے دل میں نہ ہو کیونکہ حیا ہی ایمان ہے۔

انشائیہ

ابن لطیف

# عورت کا جغرافیہ

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دَروں

**تمہید:** دراصل عورت کی تمہید باندھنا گویا موت کو دعوت دینا ہے۔ آ بیل مجھے مار۔ ویسے اب تمہید کی چنداں ضرورت بھی نہیں رہی جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے۔ عورت مجسم ایک اشتہار بنتی جا رہی ہے۔ اور کوئی مسخرا کہے ''کہ نہیں'' ہے مگر ''نہیں'' اور ایسے نہیں جیسے تلوں میں تیل ہوا کرتا تھا۔ بلکہ ایسے ہے جیسے کلنک کا ٹیکہ۔ روزمرّہ کے مشاہدات سے واضح ہو گیا ہے کہ عورت بحرِ منجمد شمالی سے لے کر بحرِ منجمد جنوبی تک۔ ہر طول بلد سے ہر عرض بلد پر واقع ہے۔ اور اس طرح واقع ہے کہ باید و شاید! ماہرین تاریخ کی پیشگوئی ہے کہ اگر یہی رفتار رہی تو کچھ عرصہ بعد دنیا میں عورتیں ہی ہونگی۔۔ مرد کا شمار آثار قدیمہ کے عجائبات میں ہوگا۔۔۔ رہے نام اللہ کا۔ اور یہ ایک زرّیں دور ہوگا۔ کیونکہ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔

**محلِ وقوع:** مردوں کا دعویٰ ہے کہ ان کا محلِ وقوع حضرت آدمؑ کے قریب ہے۔ اور عورتوں کا محلِ وقوع مائی حوّا سے وابستہ ہے۔ لیکن یہ ایک طرح کی غلط فہمی ہے۔ جو مردوں نے عورتوں کو احتیاطاً ڈال رکھی ہے۔ تا کہ عورتیں اپنے آپ کو کمزور تصور کرتی رہیں! ''عورت'' مرد کی سرد جنگ سے ہر گھر میدان کارزار بنا رہتا ہے کیونکہ عورت کا دعویٰ ہے کہ وہ ہر لحاظ سے مرد کے برابر ہے۔ اس تشویشناک نعروں سے ثابت ہو گیا عورت ہی دراصل ''مرد ہے''۔ مرد تو محض عورت ہے۔ کافی عرصہ قبل یہ رو چلی تھی کہ فلاں مرد عورت بن گیا ہے۔ اور فلاں عورت مرد۔ مگر آج کل بھی یہ اِکا دُکا واقعات رونما ہو رہے ہیں۔

**حدودِ اربعہ:** مردوں نے ہر چند زور لگایا کہ عورت کا حدودِ اربعہ بھی ہو۔ لیکن اس میں کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔

**آب و ہوا:** عورت کی آب و ہوا کے متعلق یقین کے ساتھ کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ مشاہدات یہ بتلاتے ہیں ''اوائل عمر میں آب و ہوا سرد خشک ہوتی ہے بگولے چلتے ہیں اور آندھیاں بکثرت آتی ہیں''۔ درمیانی عمر میں گرم مرطوب ہو جاتی ہے۔ طوفان آتے ہیں۔ بعض اوقات اولے پڑتے ہیں جس کے بعد بعض غیرت مند سر منڈوا لیتے ہیں اکثر بجلیاں کڑکتی ہیں اور

بار بار گرتی ہیں۔ کئی بار سرد لہر آتی ہے جس کے باعث مردوں کے دانت کڑ کڑ انے لگتے ہیں۔

**پیداوار:** کچھ لوگ تو خاوند کو بھی عورت کی پیداوار سمجھتے ہیں دلیل یہ ہے کہ اگر عورت نہ ہو تو خاوند کیسے ہو سکتا ہے۔ اس مسئلہ پر زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں کیونکہ آجکل مرد ہوتا تو ہے لیکن برائے نام سا۔ اس کا ہونا نہ ہونا ایک برابر ہے ہاں بچے ہوتے ہیں اور خوب ہوتے ہیں۔

**طبعی حالات:** شادی سے قبل والدین کے لئے ایک دردسر بنی رہتی ہے شادی ہونے کے بعد خاوند کا ایسا بخیہ اُدھیڑتی ہے کہ غیر شادی شدہ شادی کا خیال ترک کر دیتے ہیں۔

**تقسیم:** عورتوں کی کئی قسمیں ہیں۔ بلکہ ہر عورت بذات خود ایک نئی قسم ہے۔ اور ہمارا تجزیہ یہ بتلاتا ہے کہ ایک ہی عورت کے اندر کئی کئی عورتیں بیک وقت پوشیدہ ہوتی ہیں۔ اس کی تین اقسام ہیں۔ اول۔ اس قسم کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کے پیچھے خاوند دُم چھلا بنا رہتا ہے۔ یہ اس قدر ''میک اپ'' کرتی ہیں کہ ان کی اصل شخصیت ناپید ہو جاتی ہے۔ اس فن میں ان کو اس قدر کمال حاصل ہوتا ہے کہ بڑے بڑے ماہرین یہ بھی معلوم نہیں کر پاتے کہ اس چہرے کے پیچھے کس کا چہرہ ہے۔ انکی پہچان یہ ہے۔ ''انداز زنانہ چال مردانہ۔ گفتگو خاوندانہ، شانِ قلندرانہ، اگر خاوند کبھی کنایتاً برقعے کا ذکر چھیڑ بیٹھے تو ازالہ حیثیت عُرفی کا مقدمہ کرنے پر تل جاتی ہیں'' دوسری عورتوں کو نفرت سے دیکھنا اپنا فرض منصبی سمجھتی ہیں۔

**نیم پوش:** یہ خاتون اور برقعہ پوش کے بیچوں بیچ ایک مخلوق پیدا ہوئی ہے اور مشرق ومغرب کے امتزاج کی نسبت سے اسے ''پیوندی عورت'' کہا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا نرالا برقعہ پہنتی ہیں کہ ہر چند کوئی کہے کہ ''ہے'' مگر ''نہیں'' ہے۔۔ پھر درزیوں کے ہاں ان کی کانٹ چھانٹ کی جاتی ہے زیادہ تر انگریزی اسکولوں کالجوں میں پائی جاتی ہیں۔ گھر میں بیٹھنا ان کی شان کے خلاف ہے۔ برقع سیاہ پہنتی ہیں۔ مگر باریک تاکہ اندر سے کپڑوں کے رنگ یا ڈیزائن نظر آئیں۔ اکثر تو جینز پہنتی ہیں۔ عورت آزادی کے نام پر، محرومی کے نام پر، مظلومیت کے بہانے، حقوق نسواں کے بہانے، آج کل اکثر ممالک میں مردوں کو لتاڑ کر زیادہ حقوق حاصل کرنے میں کامیاب ہو رہی ہیں۔ مغرب میں تو مرد بھیگی بلی بن کر رہ گیا ہے۔ کسی بھی مقدمے میں قصور بھلے عورت کا ہی ہو مگر فیصلہ پھر بھی عورت کے حق میں ہی ہوتا ہے۔

***

# جنت نیکوکارہ سے شیریں مزاری تک

طاہر احمد بھٹی جرمنی

بات شروع کرنے سے پہلے یہ گزارش کر دوں کہ اس کالم کو لکھتے ہوئے مجھے بیوروکریسی کے ابتدائی کل پرزے یعنی اسٹنٹ کمشنر سے لے کر وفاقی کابینہ کی وزیر برائے انسانی حقوق ڈاکٹر شیریں مزاری تک نہ تو کسی سے شکوہ ہے اور نہ ہی کوئی امید... ان سطور کا مقصد پاکستان کی مجموعی صورتحال پر انگشت بدنداں شرفاء سے مکالمہ اور ارباب اختیار کو ان کی بے اختیاری کو متمثل کر کے دکھانا ہے۔

ضمنی مقصد اس بے اختیار چابی بھری مشینری کو یہ بتانا بھی ہے کہ اب آپ اس قابل نہیں رہے کہ آپ کی بات دھیان سے سنی جائے، اور ایسے بے پیندے کے لوٹے ہیں جو ہمارے سربراہ اور سرخیل ہیں۔ الحمد للہ کہ آپ نے اس قعر مذلت میں سر کے بل گرنے سے کوئی پینتالیس سال قبل ہمیں ووٹ دینے کے حق سے بڑے طمطراق کے ساتھ محروم کر دیا بلکہ زیادہ درست یوں ہے کہ آپ کے آئیندہ کو دیکھتے ہوئے، زمانوں کے خالق اور مالک خدا نے ہمیں آپ کے سوشیو پولیٹیکل دھارے سے الگ کر لیا کہ ہم اس کے لگائے ہوئے پودے تھے اور یہ پنیری اللہ تعالی کی تقدیر نہ تو ضائع کرنا چاہتی تھی اور نہ اس کی ابتدائی روئیدگی کو ڈھور ڈنگروں کے پیروں تلے آنے دینا چاہتی تھی۔

ڈاکٹر شیریں مزاری اور ڈاکٹر ڈشکہ مشاہد حسین دو دبنگ پروفیسرز تھیں قائداعظم یونیورسٹی میں سوشل سائنسز ڈیپارٹمنٹ میں جن کی اکیڈیمک دھاک اس وقت کے ہمارے دوستوں پر تھی اور مجید ہٹس یا کیفے ٹیریاء پر ان کا ادب سے تذکرہ سن کر ہم بھی ان کی غائبانہ عزت ہی کرتے تھے اگرچہ ہم ان کے سٹوڈنٹ نہیں تھے اور ان کو پی ٹی آئی میں شامل ہوتے، جگہ بناتے، اوپر آتے دیکھا اور بس دیکھا ہی کئے۔ کچھ سوچا یا کہا نہیں۔ مگر پرسوں الجزیرہ ٹی وی کو انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے چند منٹ کی گفتگو میں ہی وہ سارا بھرم توڑ دیا۔ انہوں نے وفاقی وزیر کے طور پر جو احمدیہ ایشو پہ لائن اپنائی اس نے ان کا اکیڈیمک قدوقامت برباد کر دیا۔ ایسا دوغلا پن اور جھوٹ تو صرف سیاستدان اور وفاقی وزیر کو زیب دیتا ہے، وہ بھی اس صورت میں کہ وہ پاکستان یا ہندوستان کی حکومت کا وزیر ہو، جن کو ڈیموکریسی کا ڈھول پیٹ کر غیر آئینی اور

غیر انسانی قدروں کو فروغ دینا ہوتا ہے۔ مہذب دنیا اپنے وفاقی وزراء کو ایسے ننگے جھوٹ کی عیاشی کی اجازت نہیں دیتی۔

لیکن افسوس کہ آپ نے یونیورسٹی پروفیسر کی شخصیت کا اکیڈیمک اعتبار بھی گنوا دیا۔ مجھے آپ پر افسوس نہ ہوتا اگر آپ شیعہ اقلیت کے لفظ پر برافروختہ ہو کے اینکر کو یہ نہ کہتی کہ، ایکسیوزمی... میں خود شیعہ ہوں، ہم کوئی اقلیت نہیں اور ہم مسلمان ہیں... اور وغیرہ وغیرہ۔

مگر ہاں احمدی مسلمان نہیں، ان کو کانسٹی ٹیوشن نان مسلم کہتا ہے۔ میڈم آپ کا ایک سٹوڈنٹ مجھے پاکستان کی آئینی تاریخ پہ لیکچر دے رہا تھا اور سن 62 کے آئین پر اس نے یہ جملہ بول کر مجھ سے داد وصول کی کہ، بھٹی صاحب، 1962 کا آئین غیر آئینی طور پر بنایا گیا تھا۔

آپ سوشل سائینسز اور آئی۔آر کے پڑھائے گئے اصولوں کے تحت خوب جانتی ہیں کہ سیاسی فورم یعنی پارلیمنٹ کو ایمانیات پر فیصلے دینے کا کوئی اختیار نہیں، تو اس کو جانتے ہوئے آپ کو الجزیرہ کے پروگرام میں یہ لائن نہیں لینی چاہئے تھی۔ دوسرا جو معین جھوٹ آپ نے بولا وہ یہ کہ احمدیوں کو ایک پاکستانی شہری کے طور پر سب حقوق مل رہے ہیں اور ان سے کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جا رہا۔ یہ جھوٹ عام ہو چکا ہے اور حکومتی وزراء جس بھی پارٹی کے ہوں یہ ان کے لئے ٹیپ کا مصرعہ ہے اور ہم بھی اور بین القوامی ادارے اور حکومتیں اب از خود اس کا ترجمہ الٹا کر پڑھنے سے کر لیتے ہیں کیونکہ اب وہ بھی جان چکے ہیں کہ آپ بزدل اور مجبور وزراء احمدیوں پر اپنی رعونت برقرار رکھتے ہوئے یہی بات کریں گے۔ اسی لئے اینکر نے عاطف میاں کی مثال سے آپ کا منہ بند کیا مگر آپ نے عاطف میاں کے امریکن شہری ہونے کو ڈھال بنا لیا۔ اسی شام ڈیجیٹل پاکستان کے پروگرام میں جہاں پرائم منسٹر سمیت ساری کابینہ تیس مار خانی قہقہے لگا رہی تھی وہاں تانیہ ادریس نے بھانڈا پھوڑ دیا کہ وہ بھی امریکہ سے ہی لائی گئی مگر وہ احمدی نہیں تھی اس لئے عاطف میاں جیسی بدسلوکی کا مورد نہیں بنی۔ مگر کل شام سے جنت نیکو کارہ کی وائرل ویڈیو نے تو آپ کے سارے سسٹم کے منہ پہ طمانچہ دے مارا ہے۔ نیکو کارے جھنگ چنیوٹ کے ایسے زمیندارہ وسیب سے تعلق رکھتے ہیں کہ ان کی بہو بیٹیوں کی اس طرح کچہری لگا کے جواب طلبیاں نہیں ہوتی ہیں۔ دلیر لوگ ہیں مگر جنت بیچاری کا منہ خشک اور زبان ساتھ نہیں دے پا رہی تھی۔ اور ایک کل کا لونڈا ڈپٹی کمشنر آفس میں انتظامیہ اور پولیس کی موجودگی میں کیسے بکواس کر رہا تھا۔ خوشی ہوئی کہ ہم نے اس زمانے میں سی ایس ایس ناں کیا اور ذہن میں وہ سارے دوست گھوم گئے جو اس وقت پاکستانی بیوروکریسی کا حصہ ہیں۔ اس دو ٹکے کے لونڈے کے سامنے ایسے بیٹھا کریں گے ڈی سی اور کمشنر اور گلی کے لونڈے آئین کی تشریحات کیا کریں گے۔ اور کمشنر گھگھیائے گی کہ میرے بیٹے کا نام محمد ہے۔۔ اور احمدی کافر ہیں۔ وہ قطعی طور پر دیگر پاکستانیوں کے ساتھ بریکٹ نہیں ہو سکتے۔ یہ کہلوا کر جنت نیکوکارہ کی جان بخشی ہوئی اور آپ انٹرنیشنل میڈیاء پر کہہ رہی تھیں کہ احمدیوں کو برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ احمدیوں کا نام لینے پر اسٹنٹ کمشنر کو جان کے لالے پڑے ہیں اور آپ کو انسانی حقوق کی وزیر کے طور پر ایسا ننگا جھوٹ بولتے ہوئے... وہ نہیں آئی جو آنی چاہئے تھی۔

دیکھ لیں یہ پائمالی جو احمدیوں کے حقوق سے شروع ہوئی تھی، وہ اب آپ کی رٹ اور حکومتی وقار کو پیروں تلے روند رہی ہے۔ اور ایکسیوزمی... ڈاکٹر شیریں مزاری،... ہم بالکل غیر مسلم اقلیت نہیں ہیں۔ جیسے آپ کو اینکر کے منہ سے شیعہ اقلیت سن کے جوتیوں میں انگارے بھر گئے تھے، ہمیں بھی غیر مسلم اچھا نہیں لگتا، اس لئے آئندہ زبان سنبھال کے بات کریں۔ یہ گلی کے لونڈوں سے اسلام کے سرٹیفکیٹ آپ ہی لیں۔ ہمیں ناں ان کی احتیاج ہے اور نہ ہی پرواہ۔

آپ کی بیوروکریسی اور حکومتی رٹ کے بارے میں ایک واقعہ آج ذہن میں تازہ ہو گیا ہے، اس کو سنا کے بات ختم کرتے ہیں۔ جھنگ کے ایک شریف النفس ڈی سی نے نوے کی دہائی میں ایک بار ربوہ میں خدام الاحمدیہ کا اجتماع منعقد کرنے کی اجازت دے دی اور اگلے دن عین دوران کاروائی منسوخ بھی کر دی۔ ہم نوجوان مقام اجتماع سے مجسٹریٹ ربوہ کی عدالت کی طرف احتجاج کرنے کے رنگ میں چلے تو مہتمم مقامی سید خالد شاہ صاحب نے سائیکل سے ہمارا راستہ روک کر ایک ہی بات کہی کہ کس حکومت کے مجسٹریٹ کے پاس احتجاج کرنے جا رہے ہیں؟ جو ایک پرائمری فیل ملانے کے کہنے پر لیٹ گئی ہے۔ جائیں اور اللہ کے سامنے سربسجود ہوں۔ وہ مالک ہے اور وہی ہے جس کے سامنے اپنے حقوق کی پائمالی کی فریاد کرنی ہے۔ ان کے سامنے کبھی نہیں۔ ڈاکٹر شیریں مزاری، ہماری بچپن اور لڑکپن سے اس طرح تربیت ہوئی ہے۔ اب آپ سے امید کوئی نہیں البتہ آپ پہ اور جنت نیکوکارہ پہ ترس اور رحم آتا ہے۔

ان کی پلکوں پر ستارے، اپنے ہونٹوں پر ہنسی
قصہء غم کہتے کہتے ہم کہاں تک آ گئے

# حلقہ ارباب ذوق جرمنی کی جانب سے مشاعرہ اور کتاب کی رُونمائی

(رپورٹ: احمد مستجاب عارفی جنرل سیکریٹری حلقہ ارباب ذوق جرمنی)

مورخہ آٹھ دسمبر ۲۰۱۹ کو حلقہ ارباب ذوق جرمنی نے معروف مصنفہ ہما فلک صاحبہ کی افسانوں پر مشتمل کتاب ''روح دیکھی ہے کبھی'' کی تقریب پذیرائی اور مشاعرے کا اہتمام کیا۔ اس خوبصورت تقریب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ پہلے حصہ کی نظامت کے فرائض (حلقہ اربابِ ذوق کے صدر طاہر عدیم صاحب) نے کمال خوبی سے سرانجام دیئے۔ تلاوت قران حکیم کے بعد پروگرام کے پہلے حصے کا باقاعدہ آغاز احمد مستجاب عارفی صاحب، وحید قمر صاحب، رفیق احمد بٹ اور حیدر قریشی صاحب کو سٹیج پر دعوت دے کر کیا گیا۔ اور آخر پر ہما فلک صاحبہ کو اس پروگرام کی خصوصی نشست سنبھالنے کے لئے خوش آمدید کہا گیا۔ احمد مستجاب عارفی نے حلقہ کی نمائندگی کرتے ہوئے بڑے دلفریب انداز میں مکالماتی اور افسانوی رنگ میں ہما فلک صاحبہ کی کتاب کے کم و بیش تمام افسانوں کے نقطہ نظر کو بہت ہنرمندی سے بیان کیا۔ اس کے بعد وحید قمر صاحب نے مصنفہ کی کتاب پر، پرمغز اور سیر حاصل گفتگو کی۔ خصوصیت کے ساتھ ان کے افسانہ رُوح دیکھی ہے کبھی؟، تلاش اور اگر کے مطمع نظر کو سامعین پر بڑی خوبصورتی

سے واضح کیا۔ دنیائے ادب کے نہایت معتبر نام جناب حیدر قریشی نے انتہائی مدّلل، مختصر مگر جامع اور بے لاگ انداز میں مصنفہ کی کتاب کو خراج تحسین پیش کیا۔ اپنی گفتگو میں انہوں نے برملا اس بات کا اظہار فرمایا کہ ہما فلک کی آواز خواتین لکھاریوں میں عمومی روایت سے بہت ہٹ کر ہے ان کی آواز طاقت اور توانائی سے بھرپور ہے۔ اور بلا شک وشبہ وہ بڑی کامیابی کے ساتھ نوجوان خواتین لکھاریوں میں نہ صرف اعلیٰ مقام حاصل کر رہی ہیں بلکہ انہوں نے برملا اظہار کیا کہ ہما فلک صاحبہ کی طرز پر لکھنا آج کی خواتین رائٹرز کے لئے ایک چیلنج بھی ہے۔ اس کے بعد ہما فلک صاحبہ ڈائس پر تشریف لائیں اپنی گفتگو میں انہوں نے دل کی گہرائیوں سے اس شاندار پروگرام کے انعقاد پر حلقے کا، مضامین لکھنے والے احباب کا اور حاضرین محفل کا شکریہ ادا کرنے کے بعد بڑی باریک بینی اور دل چسپ انداز میں اپنی کتاب کے کچھ افسانوں پر بات کی، ان کے محرکات پر روشنی ڈالی اور اس خواہش کا برملا اظہار کیا کہ اگر ان کے لکھے گئے افسانوں میں چھپا ہوا پیغام پڑھ کر ایک انسان بھی اپنی سوچ کا زاویہ منفی سے مثبت روش پر لے آئے تو ان کی محنت کا ثمر انہیں مل جائے گا۔ ان کے خطاب کے بعد حلقہ ارباب ذوق جرمنی نے حسب روایت اردو ادب کے فروغ اور ترویج وترقی کے لئے کام کرنے والے ادباء کی خدمت میں اسناد امتیاز پیش کیں۔ اس موقع پر حلقہ ارباب ذوق جرمنی کی نمائندگی نائب صدر رفیق احمد صاحب کر رہے تھے۔ حیدر قریشی صاحب کو پہلی سند امتیاز آپ نے پیش کی اور باقی اسناد حیدر قریشی صاحب نے پیش فرمائیں۔ جن قابل صد احترام احباب کو اسناد پیش کی گئیں ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔ ہما فلک، حیدر قریشی، مدبر آسان، ساجد محمود رانا، افتخار ماعر صاحب اسناد کی تقسیم کے بعد اس پروگرام کا پہلا حصہ بڑی کامیابی کے بعد اختتام پذیر ہوا اور ایک مختصر وقفے کے بعد تقریب کے دوسرے حصے یعنی مشاعرے کا آغاز ہوا۔ اس حصہ کی نظامت کے فرائض حلقہ ارباب ذوق کے جنرل سیکریٹری احمد مستجاب عارفی نے سرانجام دیئے۔ اور آغاز سے اختتام تک محفل کے تمام شرکاء کی توجہ، انہماک اور جوش وولولہ کو کامیابی سے ہمکنار رکھا۔ دوسرے حصے کی صدارت مکرم ومحترم حیدر قریشی صاحب نے فرمائی اور مہمان خصوصی کی نشستوں پر مدبر آسان، ساجد محمود رانا براجمان ہوئے۔ حلقہ ارباب ذوق جرمنی کی نمائندگی صدر طاہر عدیم صاحب نے کی۔ آج کے مشاعرہ میں شعرائے کرام کی تعداد بہت حوصلہ افزا تھی۔

اور جن شعرائے کرام نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ فرمایا ان کے نام فہمیدہ مسرت، فرزانہ ناہید، ظہور احمد، لئیق احمد، اسحق اطہر، افضل قنبر عارفی، پنجند پنجابی ادبی تنظیم جرمنی کے صدر امجد عارفی صاحب ہیں۔ اس کے بعد خوبصورت لب و لہجے کے شاعر طاہر عدیم صاحب نے اپنا تازہ کلام سنا کر بہت ساری داد وصول کی۔ ادبی دنیا کے بہت خوبصورت اور انسان دوست مدبر آسان نے بہت نپا تلا کلام پیش کیا اور سامعین کرام کے دلوں کو مسلسل گرماتے رہے۔

انگلینڈ سے تشریف لائے ہوئے مہمان خصوصی جناب ساجد محمود رانا ڈائس پر تشریف لائے اور اپنے بہت توانا، اچھوتے اور معتبر کلام سے داد سخن سمیٹی۔ ان کا کلام دل کو چھو لینے کے ساتھ ساتھ ذہن کو دعوت فکر بھی دیتا رہا۔ آپ نے حلقہ ارباب ذوق جرمنی کے تمام عہدے داران، حیدر قریشی صاحب اور محترمہ ہما فلک صاحبہ کی ادب سے وابستہ محبت اور لگاؤ کے اعتراف میں اپنی شاعری کی کتابیں تحفتاً پیش کیں۔ اس دوران پنجند پنجابی ادبی تنظیم کے صدر امجد عارفی اور جنرل سیکریٹری قنبر عارفی نے انتہائی خوبصورت پھولوں کا تحفہ محترمہ ہما فلک صاحبہ کو پیش فرمایا۔ محفل کے دوران اردو نثری ادب کے حوالے سے قائم ہونے والی تنظیم "ادراک" کے بارے میں بتایا گیا کہ اس کے تنظیمی ڈھانچے سے بہت جلد احباب کو مطلع کر دیا جائے گا۔ مشاعرے کے آخری شاعر حیدر قریشی صاحب کرسی صدارت سے ڈائس پر تشریف لائے اور وقت کی کمی کے باعث بہت مختصر مگر جامع کلام پر انحصار کرتے ہوئے آپ نے سامعین سے داد سخن وصول کی۔ یہ تمام پروگرام مجموعی طور پر بہت کامیاب رہا اور اردو ادب سے محبت اور لگاؤ رکھنے والے احباب کی تعداد پچاسی 85 کے قریب تھی۔ تقریب کے اختتام پر انتہائی لذیذ عشائیے سے مہمانوں کی تواضع کی گئی۔ ہر چہرہ محبت اور دوستی کے جذبے سے چمک رہا تھا۔ اور پورا ہال ایک ہی خاندان کا حصہ لگ رہا تھا۔ جس کے ہر فرد کا دل اردو ادب کے احترام اور محبت سے لبریز تھا۔ حلقہ ارباب ذوق کے سیکریٹری نشر و اشاعت مبشر محیط صاحب نے محفل کے ہر منظر کو بڑے پیشہ ورانہ انداز اور جانفشانی سے کیمرے کی آنکھ میں محفوظ کیا۔ آخر پر گرما گرم چائے اور کافی پیش کی گئی، اس طرح یہ چمکتی دمکتی محفل ہزاروں ناقابل فراموش یادیں اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے اختتام پذیر ہوئی۔

## مبارک صدیقی

مِرا بس جرم اتنا ہے اداکاری نہیں کرتا
اگر روزہ نہ ہو میرا میں افطاری نہیں کرتا
وہ کیا ہے کہ مجھے دل توڑنا اچھا نہیں لگتا
سو میں بازی اگر کھیلوں، سمجھداری نہیں کرتا
میں دھوکے کھا تو سکتا ہوں مگر دھوکہ نہیں دیتا
میں اپنی سوچ کے لشکر سے غداری نہیں کرتا
مجھے اُس شخص کی قربت سے تنہائی ہی بہتر ہے
جو اپنے یار لوگوں کی بھی ستاری نہیں کرتا
جہاں بھی ہو کسی کا حق، اُسے تسلیم کرتا ہوں
کسی کی کیا میں خود اپنی طرفداری نہیں کرتا
شکایت تو نہیں مولا فقط یہ عرض کرتا ہوں
جسے دل دے چکا ہوں وہ ہی دِلداری نہیں کرتا
کوئی تو ہے مبارکؔ جو مجھے کہتا ہے لکھنے کو
میں اپنے شوق سے کوئی غزل جاری نہیں کرتا

## طاہر عدیم صاحب

لیروں لیر اس رات دا جھگّا جد وی سِیتن تارے
فِر جا میریاں تاہنگاں دے نل ایہہ پرِنیسن تارے
باہنہہ نپ کے اج سورج دی توں نیھرے نال وِگاڑی
ویکھنے آں ہُن چن دے باجھوں کد تک جیسَن تارے
سانوں پلکاں نال ای بدّھا رہن دے بھلیا لوکا
یک واری ایہہ بھوئیں وچ لیہہ گئے، نہ پرتیسن تارے
لُٹی تان کے سوں جاندے نیں جیہڑے فجری ویلے
شام پئی تے رات دی چکّی آپے پیہسَن تارے
جس مٹیار نوں گُڑھتی دے وچ چانن مِلیا ہووے
اوہنوں داج اچ ویکھ لویں توں چنّاں ڈھیسن تارے
جیہڑے اج وصال دے ماکھی پیندے پے نیں صاحب
کل نوں ہجر دا موہرا کھا کے آپ مریسن تارے

# آؤ اِنسانستان بنائیں

رجل خوشاب

جب پاکستان بننے لگا تو علماء ہند نے اس کی بہت مخالفت کی، کسی بھی مذہبی جماعت نے مِن حیث الجماعت اس کی حمایت نہیں کی سب نے مہاتما گاندھی اور نہرو کی کانگرس کا ساتھ دیا۔ سوائے ایک جماعت کے کہ جس نے اس کی حمایت کی تھی۔ امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری لیڈر مجلس احرار نے تو اس ملک کے آنے والے مستقبل کی پہلے ہی تفسیر کردی تھی جو کہ بالکل سچی ثابت ہوئی۔ وہ اسے پلیدستان کے نام سے اور ناپاکستان کے الفاظ سے پکارا کرتے تھے اور آفرین ہے اس قوم کے جو اس کی تفسیر پر پوری اُتری۔ اور مولانا مودودی بانی جماعت اسلامی تو اہل پاکستان کو ایک ہزار میں سے نو صد ننانوے کو کافر گردانتے تھے۔ اور اس قوم کو ایک جانوروں کا بےہنگم ہجوم کہتے تھے۔ ان کی بات کی بھی اس قوم نے خوب لاج رکھی۔ وہی بنے جو وہ کہتے تھے۔ بڑے بڑے جغادریوں، دیوبندیوں، بریلویوں، مودودیوں، نے اس ملک کی بھرپور مخالفت کی۔ مگر پھر بھی اس خاتم النبینؐ کے صدقے یہ معرض وجود میں آیا۔ اس کے علاوہ بہت سے بزرگانِ دین کے طنزیہ اقوال اس قوم کے متعلق تاریخ نے محفوظ کر رکھے ہیں۔ لہٰذا پاکستان کے بنتے ہی کشمیر کا ک تو اس سے نکل گیا۔ یہ صرف پاستان ہی رہ گیا۔ یعنی کہ ماضی کا قصہ۔ پنجابی میں بھائی کو پا اور ستان جگہ کو یا ستانے کو یا تنگ کرنے کو کہتے ہیں۔ کچھ عرصے کے بعد پاستان کا ایک بھائی بھی اسے ستاتے ہوئے اس سے علیحدہ ہو گیا۔ اور باقی جو بھائی تھے وہ اسے ستانے پر تل گئے جو کہ ابھی تک ستا رہے ہیں۔ پھر جو لوگ اس کے وجود کے ہی منکر تھے۔ مثلاً سرحدی گاندی باچا خان وغیرہ۔ مجھے یاد ہے جب اندرا گاندھی نے ۱۹۷۱ء میں بنگلہ دیش کے قیام کے بعد دو قومی نظریہ کی نفی کرتے ہوئے بیان دیا تھا تو مولانا مفتی محمود نے بھی بیان داغا تھا کہ ”خدا کا شکر ہے کہ ہم اس گناہ (پاکستان بنانے کے گناہ) میں شریک نہ تھے“۔ یہ تو ہمارے علمائے سُو کی ملک دشمنی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس ملک کو اللہ نے بنایا ہے اور اسی نے اسے سلامت رکھنا ہے۔ مگر نہ یہ پاک لوگوں کی جگہ ہے اور نہ یہ مسلمانستان ہے۔ اس میں ہر قسم کے لوگ مقیم ہیں جو کہ انسانیت سے بھی دور کا تعلق نہیں رکھتے۔ کوئی ایسی برائی نہیں جو ان میں نہ پائی جاتی ہو۔ سب انبیاء کے منکرین قوموں کی برائیاں ماشاء اللہ ان میں بدرجہ اَتم موجود ہیں۔ قومِ لوط، قوم ثمود، قوم شعیبِ قوم یہود، قوم یوسف و یہود، اگر کوئی کمی رہ گئی تھی تو وہ طالبان نے اپنے پرُتشدد اسلام سے پوری کردی۔ اگر آپ کو کسی قسم کا بھی کسی جُرم کا گنہگار درکار ہو تو وہ بھی اسی ملک سے ملے گا۔ بے شک اس نے داڑھی بھی رکھی ہو، حج بھی کیا ہو، نمازی بھی ہو مگر وہ کسی نہ کسی گناہ کا چیمپین ہوگا۔ اگر اعلیٰ قسم کا شرابی، جوئے باز، زانی، ڈاکو، اغوا کنندہ، دولت اکٹھی کرنے والا، ٹیکس چور، جعلی ڈگری گرندہ، قبضہ گروپ، سیکس کے اڈے چلانے والا، ایٹمی راز ساری دنیا سے چوری کرنے والا، اپنی جیلیں رکھنے والا، ہیروئن اور چرس بیچنے والا، بجلی چور، جنگل چور، انسانی سمگلر، ساری دنیا میں جعلی شادیاں کرنے والا، مدرسوں میں معصوم طلباء کو دہشت گرد بنانے والا، اور سب کو کافر کہنے والا، مردوں کی ہڈیاں فروخت کرنے والا، مردہ جانور کا گوشت فروخت کرنے والا آپ کو اسی ملک پاکستان میں آسانی سے مل جائے گا۔ اب مجھے خیال آیا ہے کہ یہ قوم اگر کچھ بھی نہیں بن سکتی تو کم از کم انسان تو بن سکتی ہے۔ لہٰذا ہمیں ایک انسان بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ براہِ مہربانی میرا ساتھ دیجیئے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ آپ کے ساتھ خواب دیکھوں نہ تو یہ خوابِ خرگوش ہے اور نہ ہی خواب ہو جانے والا خیال۔ بس ایک انسانستان بنانے کا خواب ہے۔ ہندو، ہندوستان میں رہتا ہے، افغان، افغانستان میں، ایک ہجوم پاکستان میں رہتا ہے تو انگریز انگلستان میں۔ لیکن انسانوں کے لئے کوئی ستان نہیں، اس لئے آج تک کوئی جگہ انسانستان کہلانے کے لائق نہیں ہوئی۔ علم منطق میں انسان وہ ہے جو جانور نہیں ہے اور جو جانور ہے وہ انسان نہیں، لیکن جو جانور نہیں ہے ضروری نہیں کہ وہ انسان ہو۔ اس لئے ہر حقیقت سچ نہیں ہوتی اس لئے سچ کو ماننا ضروری نہیں کیونکہ وہ حقیقت نہیں ہے۔ حقیقت کو سچ مانا جا سکتا ہے مگر حقیقت کو مان لینے سے وہ سچ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ حقیقت نہیں ہے۔ یہ عجیب سی تکرار ہے کہ میں اچھا نہیں ہوں۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں برا ہوں لیکن اگر میں برا نہیں ہوں اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں اچھا بھی ہوں اس اگر مگر میں بندہ اُلجھ جائے تو کچھ دیر میں ہی اپنے بال نوچتا نظر آئے گا، لیکن کسی نقطے تک نہ پہنچ پائے گا، لوگ کہیں گے کہ فلاسفر ہو گیا۔ انسانستان بنانے کا جنون بھی کچھ فلاسفروں جیسا ہی ہے۔ لیکن انسان کی کوئی تعریف کرنے سے پہلے کیسے پتہ چلے کہ وہ انسان ہے کھانا کھاتے دیکھو تو سارے ہی جاندار دکھائی دیتے ہیں، سونا دیکھو تو سارے ہی جاندار سوتے ہیں۔ حواس خمسہ کے سارے ہی کام سارے ہی جاندار کرتے ہیں۔ اپنے اپنے خواص کے مطابق۔ پھر کونسی ایسی چیز ہے کہ ظاہر کرے کہ یہ انسان ہے محض جاندار نہیں ایسا انسان کہاں سے ڈھونڈا جائے جس کے لئے اس کا ”ستان“ بنایا جائے۔ اس فلسفیانہ آئیڈل ازم سے نکل کر دیکھتے ہیں کہ ہم جس زمین میں اپنی جڑیں گاڑے بیٹھے ہیں کیا وہ انسانوں کی زمین ہے کہ ”ستان“ انسانوں کا ستان ہے تو ایسا خاص نظر نہیں آ رہا ہر جبلت میں حیوانیت نظر آ رہی ہے۔ فطری طور پر چھینا جھپٹی کا دور دورہ ہے عادات و اطوار میں جنگل کا رہن سہن ہے زہریلے اور خونخوار جانوروں میں بھی کئی قسم کے ڈسپلن موجود ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ہم جنس کا خیال رکھتے ہیں۔ اسے دشمن اور خطرے سے آگاہ کرتے ہیں ہم جنس باہم پرواز۔ کبوتر با کبوتر باز بہ باز۔ لیکن یہ کہاوت اس زمین پر بسنے والے یا خاص طور پر پاکستان میں بسنے والے نام نہاد اشرف المخلوقات پر پوری نہیں اترتی کیونکہ وہاں نہ تو کوئی باہم پرواز ہے نہ ہی ہم جنس خیال باہم چھینا جھپٹی ضرور ہے۔ بات ہو رہی تھی انسان کی تعریف کی۔ یہ ایک مشکل سا سوال ہے۔ کیونکہ ہم مسلمان کی تعریف کر سکتے ہیں مگر ہمارا متفق ہونا

ضروری نہیں۔ جمہوریت کی تعریف کر سکتے ہیں مگر اِس پرعمل ضروری نہیں۔ سوشلزم کا ذکر کر سکتے ہیں مگر اس پر سوچنا ضروری نہیں عدل کا علَم اُٹھا سکتے ہیں لیکن عدل کرنا ضروری نہیں تہذیب کا ذکر کر سکتے ہیں لیکن مہذب ہونا قطعاً ضروری نہیں تو پھر ہم انسان کی کیا تعریف کریں گے اس لئے ہمارے ساتھ جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ اس کے برعکس ہوتا ہے جو ہم کہتے، کرتے یا سنتے ہیں۔ ہم دسترخوان پر بیٹھتے ہیں تو اس بات کا احساس مٹا دیتے ہیں کہ کتنے اوروں نے بھی اس دسترخوان سے کھانا ہے۔ عالیشان گھر بنانے لگتے ہیں تو یہ محسوس نہیں کرتے کہ میرے جیسے کتنوں کا جو آسمان تلے پڑے ہیں کیا حال ہوگا بیماری سے سسکتے بغیر دوا کے پڑے کتنے لاکھوں جنگلوں میں پڑے زخمی جانوروں کی طرح آہستہ آہستہ موت کے جال میں پھنستے جا رہے ہیں کتنے دوسروں کی محبت سے محروم گھائل دل کے ساتھ محض سانس کی ڈوری سے کھنچتے جا رہے ہیں۔

یہ دوسروں کا درد ہی تو ہے جو اس مٹی کے پتلے کو انسان کہتا ہے ورنہ رینگنے والی مخلوق یا چوپائے اور ہمارے جیسے جانوروں میں کیا فرق ہے ہم نے اس فرق کو مٹا کر جو اپنے مقام کا تعین کیا ہے اس کے مطابق ہم نے اپنے لئے ''ستان'' بنا لئے ہیں جی چاہتا ہے کہ اس کرۂ ارض پر انسانوں کا بھی کوئی ''ستان'' ہو۔ ستان تو بن ہی جاتا ہے اس کے لئے انسان ڈھونڈنے پڑیں گے کہاں ملیں گے البتہ بنانے پڑیں گے انسان بنانے کے لئے شاید کوئی ٹیکنالوجی دریافت کرنی پڑے گی۔ فی الحال اس کا کوئی سافٹ ویئر نہیں یہ انسان بنانے کا کام ہے جو بندے نے خود ہی کرنا ہے۔ جو نہ تو کسی بٹن دبانے سے ہوگا نہ ہی اس کے لئے کوئی منتر پڑھنے کی ضرورت ہے۔ کسی دَم درود سے بھی کام نہیں چلے گا کسی پوپ کی دعا چاہیئے نہ کسی گُرو کی پرارتھنا یہ اصل کرنے کا کام ہے یہ عمل ہے اور سوچ کی تبدیلی کا ریاض۔ وہ سب کچھ جو بندے نے اپنے اندر بیدار نہیں کیا اسے جھنجھوڑنے کا نام ہے یہ کام کون کرے گا اس کے لئے کسی زرداری یا کیمرون کی ضرورت نہیں ان میں کوئی بھی انسانوں کا ستان بنانا نہیں جانتا۔ یہ سب کوئی اپنا اپنا سلسلہ چلا رہے ہیں۔ یہ کسی دوسرے کا کام نہیں یہ کام ہمارے اپنے کرنے کا ہے۔ انسان کاملؐ کی پیروی کرتے ہوئے یعنی میں نے اپنے آپ کو انسان بنانا ہے وہ وصف انسانی جو حُسن رکھے ہیں انہیں اپنانا ہے میرے اندر جو انسان چھپا بیٹھا ہے اس کا فیصلہ مجھے آپ ہی کرنا ہے۔ لیکن پھر انسان کا منظر اور ماحول کیا ہوگا۔ انسانستان میں صرف انسان ہونگے وہاں کوئی مولوی نہیں ہوگا، عورتیں اور مرد بھی ہونگے جو آزاد بھی ہونگے کسی محرومی کا شکار بھی نہیں ہونگے نہ انہیں محبت اور پیار کے بغیر کچھ آتا ہوگا، رنگ، نسل، مذہب، فرقہ، علاقہ، زبان، صوبہ، ، ذات، قبیلہ غرضیکہ سب تعصّبات سے مبرا۔ نہ ہی کوئی امیر نہ غریب ہوگا۔ سب کی ضرورت پوری ہو رہی ہوگی سب ایک دوسرے کے لئے مر مٹنے کا درد رکھتے ہوں گے۔ پیدا ہونے والے کو خوش آمدید کہیں اور مرنے والے کو الوداع۔ یہی انسانستان کی انسانیت ہو۔

# اس دور کا مسلمان

ابن مسلم

اس ملک کی تربیت کرنے والی جماعتوں نے آخر اپنا رنگ ساری قوم کو چڑھا ہی دیا۔ عرصہ ۷۲ سال میں آخر ہر ایک مومن کے خون میں اپنی نیتوں کے مطابق اپنا اور اسلام آباد کا تشخص خوب کوٹ کوٹ کر بھر دیا۔ مادر پدر آزاد اور بے لگام معاشرے کی بنیاد ان فرقہ پرست مذہبی اجارہ داروں نے روز اوّل سے پاکستان میں رکھ دی تھی۔ ہر ایک فرقہ نے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا کر اپنی شکم پُری کے کارخانے بنائے اور اس دوزخ کو بھرنے کے لئے اقتداری محلوں سے نام نہاد محبت کی پینگیں بڑھائیں۔ ضیاء الحق کے دور میں تو ہیروئن اور کلاشنکوف نے ان کے سٹیٹس تبدیل کر دیئے۔ جب انکل سام اور سعودی آقا کے فتویٰ کی آڑ میں جہادِ افغانستان کا ڈھونگ رچایا گیا تو مُلاں کا سٹیٹس ہی تبدیل ہو گیا۔ فرقہ پرستی کو خوب ہوا ملی۔ روپے کے زور پر وہابی ازم کی پرورش کماحقہ ہوئی، شیعہ افراد کو مساجد اور مدرسوں میں قتل کیا گیا احمدی افراد کو غیر مسلم قرار دے کر ان پر اسلام کے نام لینے پر پابندی لگائی گئی سارے شکلِ موموناں کی آڑ میں کرتوتِ کافراں کا سماں باندھنے لگے۔ سیاسی اداکاروں نے ہر قسم کی بدکرداری کو فروغ دینے میں اپنا بھیانک کردار ادا کیا انصاف کا گلا گھونٹا گیا اور اس طرح ہر قسم کے بدقماش سرکردہ افراد نے اس معاشرے کی تربیت اس رنگ میں کی کہ آج آپ کو پاکستانی معاشرے میں کوئی دیانتدار نہیں ملتا۔ علماء تو اپنی غربت اور بدکرداری کے پیشِ نظر گاؤں کے نمبردار کو (جھوٹا اور ظالم ہونے کے باوجود) جھوٹا یا ظالم نہیں کہہ سکتے۔ صرف یہ بتا کر اپنی روزی پوری کرتے رہے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے یہ فرمایا ہے۔ لیڈر حضرات نے اپنی سیاسی دکان چمکانے کی خاطر، سستی شہرت پانے کی خاطر، عوام کو اسلامی راستہ دکھایا ہی نہیں۔ نیک اور متقی لوگوں کی کمی بھی ہے اور نیک لوگوں کی تو ان کی اولاد نہیں سنتی۔ ایک طرف سیرۃ النبیؐ کا جلسہ ہو اور دوسری طرف کوئی سٹیج ڈرامہ گاؤں یا شہر میں آجائے تو آپ اس کی حاضری سے اس قوم کے نیک ہونے کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اب ۷۲ سالوں کی منفی کوششوں سے یہ کینسر قوم کے سارے جسم میں سرایت کر چکا ہے۔ اب اس کا کوئی علاج نہیں چہ جائیکہ کوئی نئی قوم کو جنم دیا جائے یا کوئی قوم امپورٹ کی

جائے ۔ یا نصف صدی انتظار کیا جائے اگر کوئی فرقہ میری اس بات سے اتفاق نہیں کرتا تو وہ اپنی ۲۷ سالہ کارکردگی دکھائے کہ وہ دیانتدار لوگ یا مومن لوگ کتنے فیصد پیدا کرسکی ۔کیا ان کے تربیت یافتہ لوگ معاشرے میں نمایاں ہیں سچے اور دیانتدار ہیں حقوق العباد کا ان کو کوئی پتہ ہے ۔مگر جب ہم سارے معاشرے کا جائزہ لیتے ہیں تو دو چار فیصد سے زیادہ لوگ معیاری نہیں ملتے ۔مگر ان سب کو کسی ایک جماعت یا فرقے سے منسوب نہیں کیا جاسکتا۔مگر ان لوگوں کو جب کوئی بڑی ذمہ داری دی جاتی ہے تو یہ لوگ بڑے اور بُرے لوگوں کے خودساختہ معیار اپنا کر اپنے کردار کی نفی بھی کر دیتے ہیں ۔

آج کا مسلمان تعلیم انگلینڈ میں حاصل کرنا چاہتا ہے ۔ملازمت امریکہ میں ،رہائش کنیڈا میں چاہتا ہے بات انگریزی میں کرنا ،کھانا چائینیز رائس ، پیزا اٹالین ،رشین سلاد ،مصنوعات جاپانی استعمال کرنا چاہتا ہے ۔ چھٹیاں یورپ میں گزارنا چاہتا ہے فلمیں ہالی وُڈ کی دیکھنا چاہتا ہے ۔گانے بالی وُڈ کے سننا چاہتا ہے لیکن زندگی کے اختتام پر مکہ میں مرنا اور دفن ہونا مدینہ میں پسند کرتا ہے اور موت کے بعد جنت میں جانا پسند کرتا ہے ۔ جہاد کا متمنی ہے مگر نماز سے گریزاں ہے مذہبی لیڈروں سے محبت کرتا ہے مگر ووٹ لبرل لیڈر کو دیتا ہے ۔شراب کو سوسائٹی کا فیشن سمجھتا ہے ۔گرل فرینڈ بھی اس کی کمزوری ہے ۔سود لیتا ہے اور سور کھاتا ہے ۔اور زکوۃ بھی شیر مادر کی طرح ہڑپ کر جاتا ہے ۔متعہ کے بہانے کئی بیویاں کرتا ہے ۔حج اور عمرہ دکھاوے کے لئے کرتا ہے اور حج سکینڈل میں داڑھی رکھ کر خوب روپے بناتا ہے ۔ ۔ برطانیہ میں gay merriage کا قانون پاس ہو تو برطانوی ممبر پارلیمنٹ ہوتے ہوئے اس کی حمایت کرتا ہے ۔امریکہ اس کا باپ ہے برطانیہ اس کی ماں ۔دنیا میں سب سے بڑا عیاش اور جواباز سعودی عرب کا مسلمان ہے ۔قذافی کی طرح کئی ٹن کے زیورات کا مالک ہے ۔ یاسر عرفات کی طرح کئی خفیہ ایجنسیوں کا ایجنٹ ہے ۔زرداری کی طرح زمین ،زن اور زر پرست ہے ۔مسٹر ڈیزل کی طرح ہر حکومت کا دوست ہے ۔ ہر مولوی کی طرح صرف خود کو مسلمان سمجھتا ہے اور باقی سب کو کافر ۔انگریز کو پکا کافر خیال کرتا ہے مگر بے عمل خود اس سے بھی بڑھ کر ہے ۔رزق حرام اس کی خوراک ہے ۔ ناجائز طریقے سے کمائی اس کا شعار ہے ۔غرضیکہ شیطان کا سارا محکمانہ کام اس نے سنبھال رکھا ہے ۔ آج کا مسلمان بہت سیدھا سادہ ہے سب کچھ دیکھتا ،سنتا ،سمجھتا اور محسوس کرتا ہے مگر کچھ کرنے کی حیثیت میں نہیں رہا۔ ذہنی اور جسمانی طور پر معذور ہو چکا ہے ۔حتیٰ کہ اپنے بنیادی حقوق کے لئے لڑنے سے بھی محروم ہو چکا ہے ۔امریکن جاسوس ریمنڈ ڈیوس کی خبر پڑھ کر پرانے زخم ہرے ہو گئے تھے ۔یتیم ریاست کی بے بسی پر رحم آتا ہے ۔جس شخص کو اپنے ملک میں دو ٹکے کی عزت نہیں اس نے بھی پاکستان کو آگے لگا رکھا تھا ۔یتیم ریاست کی آبرو کو پیروں تلے روندتا ہوا پاک فوج اور حکومت کے کندھوں پر سوار تھا ۔ پاکستان میں دو افراد کا مبینہ قاتل امریکن جاسوس ریمنڈ ڈیوس کو اس کو اپنے ملک کی عدالت نے ایک امریکی پر تشدد کے الزام میں دو سال کی قید سنا دی تھی ۔امریکن جاسوس ریمنڈ ڈیوس نے پاکستان سے واپسی پر ۲۰۱۱ء میں امریکہ کے ایک شاپنگ مال میں ایک امریکی کو معمولی تنازعہ کی بنا پر تشدد کا نشانہ بنایا جس پر اسے گرفتار کر لیا گیا تھا عدالت نے امریکن جاسوس ریمنڈ ڈیوس دو سال کی سزا اور غصہ پر قابو پانے کی خصوصی کلاسز کا حکم سنایا تھا ۔امریکن جاسوس ریمنڈ ڈیوس کو امریکہ میں کوئی نہیں جانتا مگر اس جاسوس کو پورا پاکستان جانتا ہے پاکستان میں تعینات اس جاسوس نے لاہور کی ایک معروف شاہراہ پر دو موٹر سواروں کو فائرنگ کر کے بے دردی سے قتل کر دیا تھا اور تیسرے نوجوان کو اپنے گاڑی تلے روند ڈالا ۔مبینہ قتل کے بعد بڑی ڈھٹائی سے فرار ہوا میڈیا نے معاملہ اُٹھایا تو اسے گرفتار کرنا پڑا اور پھر جو ہوا وہ پاکستان کی تاریخ کا شرمناک باب بن گیا ۔امریکہ کے ایک معمولی اہلکار ریمنڈ ڈیوس کی امریکہ میں گرفتاری اور سزا کی خبر پاکستانی اخبارات سے ملی جبکہ امریکہ میں اس شخص کی حیثیت ایک عام شہری سے زیادہ نہیں جب یہ شخص پاکستان میں تھا تو اس شخص کی رہائی کے لئے امریکہ کے صدر نے استثنیٰ کا حکم صادر فرمایا تھا ۔ریمنڈ ڈیوس پاکستان میں ’’امریکی چودھراہٹ‘‘ کی علامت سمجھا جاتا تھا ۔امریکہ کا ایک کمی بھی پاکستان میں چودھری ہوتا ہے اور پاکستان کے سچی مچی کے چودھری امریکہ میں کمی کمین ہی ہوتے ہیں ۔جن کا لباس امریکن امیگریشن ائیرپورٹ پر ہی اُتروا لیتی ہے ۔امریکن جاسوس ریمنڈ ڈیوس کی رہائی کے لئے نام نہاد اسلامی شق کا سہارا لیا گیا ۔اسلام میں دی گئی خون بہا کی شرعی سہولت کو تسلیم کر کے امریکہ کو دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا کاغذی ثبوت دیا ۔

پاکستان کے حکمرانوں کا اسلام بھی مفاد پرستی تک محدود ہے ۔ایک امریکی نے کہا تھا کہ پاکستانی ڈالروں کی خاطر اپنی ماں کا سودا بھی کر سکتے ہیں پاکستان

میں اب وہ کچھ ہوتا ہے جسے قیامت کی علامات کہا جاتا تھا اس ظالم دور میں والدین پیسوں کی خاطر اپنے بچوں کو بیچ سکتے ہیں۔تو بچوں کا خون بہا کیوں نہیں لے سکتے۔؟ امریکہ کا پاک فوج پر دباؤ تھا حکومت پاکستان کے تعاون سے ریمنڈ ڈیوس کو رہا کرالیا گیا تھا۔اس کے عوض پاکستان کو خون بہا بھی ادا نہیں کیا گیا بلکہ اس کے عوض مزید خون کی ندیاں بہادی گئیں۔ریمنڈ ڈیوس کا طیارہ فضا میں پرواز کرتے ہی امریکہ نے شمالی وزیرستان پر حملہ کردیا تھا۔ریمنڈ ڈیوس جیسا کمی کمین بھی پاکستان میں چودھری ہوتا ہے ۔ جبکہ پاکستان حکومت اپنے لوگوں سے جانوروں سے بھی بدتر سلوک کرتی ہے ۔ جاپان میں دو امریکی فوجیوں کو ایک جاپانی عورت کے ساتھ زیادتی کے جرم میں دس سال کی سزا سنادی گئی پاکستان میں ایک امریکی اہلکار بے گناہوں کو مبینہ قتل بھی کردے تو اسے پروٹوکول کے ساتھ رہا کردیا جاتا ہے پاکستان کے ایک نجی چینل کے ایک اینکر صاحب فرمارہے تھے کہ پاکستان کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کس بنیاد پر کہا جاتا ہے جبکہ نہ وہ اسلام رہا اور نہ پہلے جیسے مسلمان رہے غلاموں کو خریدنے اور آزاد کرنے کا اسلام اب نہیں رہا وغیرہ۔انہیں کوئی بتائے کہ جو خود غلام ہو وہ غلام خود کیونکر خرید سکتا ہے؟ جو مسلمان غلام خریدا کرتے تھے وہ آزاد مسلمان تھے دورِ حاضر کا مسلمان خواہ وہ بادشاہ بن جائے نفسیاتی طور پر غلام ہے یتیم ریاست پاکستان میں ہر دوسرا شخص کسی نہ کسی صورت میں غلامی میں جکڑا ہوا ہے۔پاکستان آج جس شرمناک اور المناک صورت حال سے دوچار ہے اس کی وجہ ہماری غلامانہ ذہنیت ہے پاکستان کا مسلمان سب کچھ سن، سمجھ، اور دیکھ رہا ہے۔پاکستان کا مسلمان بہت سادہ اور معصوم ہے۔

۔قوم کے سامنے ایک دیانتدارانہ نظام رکھا جائے اچھائی اور برائی پر قوانین اور سزائیں مقرر کی جائیں۔اور ہر آدمی عمل اپنے آپ خود سے عمل شروع ہو۔قوانین اسلام پر نہ بنیں کیونکہ کون سے اسلام پر قوانین بنیں گے یہ فیصلہ ہی نہیں ہو سکے گا ۔ کہ کونسے اسلام کے قوانین پر عمل کیا جائے کیونکہ ہمارے ملک میں اسلام کا تشخص ہر بیس میل کے فاصلے پر مختلف ہو جاتا ہے اور ہر فرقے کا اسلام مختلف ہے۔صرف جنزل قوانین بنائے جائیں۔

***

Concept 2Print
DIGITAL LITHO
A Complete Design & Print Service
CONCEPT • DESIGN • PRINT • FINISH
- Business Cards
- Folders
- Booklets
- Books
- Wedding Cards
- Letterheads
- NCR Pads
- Calendars
- Flyers
- Greeting Cards
- Compliment Slips
- Brochures
- Posters
- Pull up Banners
- Invitation Cards

Tel: 0203 603 7582
e:info@concept2print.co.uk
106 High Street-Colliers Wood-London-SW19 2BT
WWW.concept2print.co.uk

H@T IT SERVICES
Hardware • Application • Technology

HAT IT Services is becoming an IT Solution provider in innovative Hardware and Software Solutions that enable businesses to transform into digital enterprises for the ultimate competitive advantage.

- Laptop Repairs
- Computer Repairs
- Virus / Malware Removal
- Data Recovery
- System Optimization
- Home / Office Networking
- Server Installation
- Infrastructure & Networking
- Web & Application Development
- Sales & Purchase
- CCTV Installation & Maintenance

T: 0203 524 7530
www.hatservices.com
106 High Street, Colliers Wood SW19 2BT

# SARMAD GLOBAL
CHARTERED ACCOUNTANTS

QUALIFIED CHARTERED ACCOUNTANTS
WITH BIG 4 EXPERIENCE

FREE TELEPHONE / EMAIL & WHATSAPP SUPPORT

- ✓ Company incorporation / Registered Office Address
- ✓ Personal Income Tax Return investigations,
- ✓ Rental Income Tax Returns
- ✓ UK State Pension Entitlement Review
- ✓ Advice on filling Gaps in UK State Pension
- ✓ UK State Pension / (Contracted Out) Tracing
- ✓ Private UK Pension Tracing.
- ✓ Assets Review for Inheritance Tax
- ✓ Appealing-Past years HRMC Penalties
- ✓ Preparation / Filing of Prior year tax returns
- ✓ Duplicate-Payslips/ P60s

ICAEW CHARTERED ACCOUNTANTS

**SARMAD KHAN** ACA, FCCA

**OFFICE** 115 LONDON ROAD MORDEN SURREY SM4 5HP UK
TEL +44(0)208 646 3666 FAX +44 (0)208 082 5002
E-MAIL: INFO@SARMADGLOBAL.COM
WEB. WWW.SARMADGLOBAL.COM
**CELL +44 (0) 7903 416966**

# SAAMS FUNCTION HALL
Catering & Event Management

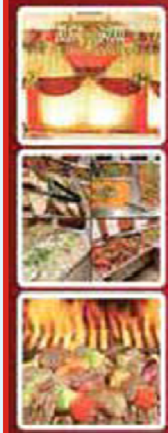

Services Available
- Catering Service
- Special Events
- Corporate Event
- Linen
- Crockery
- Cutlery
- Fresh Flowers
- Drinks
- Stages Decore
- Barbecue Hire

Enquire for a Booking
We Take reservations Everyday
[illegible]

Catering to your requirments
Call:07883 815195

[illegible]

Under New Management
Newly Refurbished function Hall

# TRANSLATIONS
ENGLISH - URDU
## ATA TAHIR
DPSI ENGLISH LAW

IOLET DIPLOMA IN PUBLIC SERVICE
Interpreting Urdu-English Law

07818210181
atatahir@hotmail.com

# HEATING LTD.
24/7 EMERGENCY SERVICE

**Domestic & Commercial**
**Contact: 07722 222 965**
www.247breakdownsolution.co.uk

# SHARIF
JEWELLERS
SINCE 1952

Timeless Jewels, Priceless Memories

Diamond • Gold • Kundan • Bespoke • Bridal Jewellery
Jewellery Repairs • Bullion Dealer • Best Jewellery Appraisal

WEDDING | PARTY | EVERYDAY

/SharifJewellers

**LONDON**
28 London Road, Morden
United Kingdom, SM4 5BQ
+44 (20) 3609 4712
+44 (0) 7405 929 636

**RABWAH**
Aqsa Road, Rabwah
Pakistan, 35460
+92 (47) 6212515
+92 (0) 307 465 7777

**RASHID & RASHID**
Solicitors, Advocates
Immigration Specialists
Commissioners of Oaths

# راشد احمد خان
وکیل (پرنسپل)

Benefit with very competitive rates, tailored advice & service to suit your specific needs, 24 hour response to all online enquiries and our many years of experience
www.rashidandrashid.co.uk

مناسب ریٹس میں آپ کی مخصوص ضروریات کے تحت موزوں مشورہ، 24 گھنٹے آن لائن سروس اور ہمارا سالوں کا تجربہ

- Asylum & Immigration
- New Point Based System
- Settlement Application (ILR)
- European Law
- Nationality & Travel Documents
- Human Rights Applications
- High / Court of Appeals
- Family Matters and Divorce
- Switching Visas
- Over Stayers
- Legacy Cases
- Work Permits
- Visa Extensions
- Judicial Reviews
- Tribunal Appeals
- Student appeals

- اسائلم/سیاسی پناہ اور امیگریشن
- سیٹلمنٹ درخواست (ILR)
- نیشنیلٹی اور سفری دستاویزات
- ہائی/کورٹ آف اپیل
- نیا پوائنٹ بیسڈ امیگریشن سسٹم
- یورپین قانون
- درخواست برائے انسانی حقوق/ہیومن رائٹس
- طلاق و دیگر خاندانی معاملات
- ویزا میں تبدیلی
- اوورسٹیرز
- وراثتی معاملات/لیگیسی کیس
- ورک پرمٹ
- ویزا توسیع/ایکسٹینشن
- جوڈیشل ریویو
- ٹرائبیونل اپیل
- سٹوڈنٹس اپیل

**FREE CONSULTATION & LEGAL ADVICE**
24 Hours Emergency Numbers

**مفت قانونی مشاورت**
24 گھنٹے ایمرجنسی سروس

# 07878 33 5000 / 07774222062

**RASHID & RASHID LAW FIRM**
211, The Broadway, Southall, UB1 1NB.
Near McDonalds Southall.
Tel: 02085 401 666, Fax 02085 430 534
Email: law786@live.com

190 Merton High Street, Wimbledon
London SW191AX
Tel: 02085 401 666, Fax 02085 430 534
Email: law786@live.com

**راشد اینڈ راشد لاء فرم**
211، دا براڈوے، ساؤتھ ہال، UB1 1NB نزد میکڈونلڈز ساؤتھ ہال
فون: 02085 401 666، فیکس 02085 430 534
ای میل: law786@live.com

190 میرٹن ہائی سٹریٹ، ویمبلڈن
لندن SW19, 1AX
فون: 02085 401 666، فیکس 02085 430 534
ای میل: law786@live.com

# SOW THE SEEDS OF LOVE